مسلسل اشاعت کے 57 سال

# الحق

ماہنامہ

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلّہ

696

صفر_۱۴۴۵

اگست ۲۰۲۳

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِی الأُمِّیِ وَ عَلیٰ اٰلِہٖ وَسَلّم تَسلِیمًا

جلد نمبر.................58
شمارہ نمبر ............ 11
صفر ........... ۱۴۴۵ھ
اگست ................۲۰۲۳ء

اے بی سی آڈٹ بیوروسرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

بانی: حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ
باہتمام: حضرت مولانا انوارالحق صاحب
نگران: مولانا حامد الحق حقانی
مدیراعلیٰ: حافظ راشد الحق سمیع حقانی

نائب مدیران: مولانا حبیب اللہ حقانی، مولانا محمد اسلام حقانی
منتظمین: مولانا محمد فہد، بابر حنیف

## فہرست مضامین


- نقش آغاز: پی ڈی ایم حکومت کی رخصتی۔ توہین قرآن اور سانحہ جڑانوالہ......مولانا راشد الحق ۲
- ملفوظات امام لاہوریؒ : ''تفسیر لاہوری'' کی روشنی میں!...... مولانا حافظ خرم شہزاد ۵
- سفرنامہ چین......(آخری قسط)..........................................مولانا راشد الحق سمیع ۱۱
- قرآن وحدیث اور فقہ کی تدریس اور عصری تقاضے ......................... مولانا محمد زاہد انور ۳۴
- تفسیر لاہوری : نسخہ حقانیہ ............................................... جناب اسد اللہ غالب ۴۰
- کرپٹو کرنسی اور عام کرنسی میں فرق .................................. ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی ۴۳
- کاروباری دنیا میں جھگڑوں کے بنیادی اسباب اور ان کا حل ......مفتی سید انور شاہ ۵۰
- افکار وتاثرات......(مولانا شفیق احمد سلیم ملکانوی، بختیار خلجی، مولانا غلام محمد، )......ادارہ ۵۹
- دارالعلوم کے شب وروز..................................................صاحبزادہ عبدالحق ثانی ۶۱
- تعارف وتبصرہ کتب ........................................................مولانا محمد اسلام حقانی ۶۳


ماہنامہ ''الحق'' دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (خیبر پختونخوا) پاکستان۔ فون نمبر: 630435 -923 92+ فیکس 630922 923 92+
ای میل: -------- Email: editor_alhaq@yahoo.com موبائل نمبر: 03159898998 0333-9167789
ویب سائٹ: www.jamiahaqqania.edu.pk -------- فیس بک ایڈریس: facebook\Alhaq Akora Khattak
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/70 روپے۔ سالانہ -/800 روپے۔ بیرون ملک 40$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا راشد الحق سمیع ، جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، منظور عام پریس پشاور

نقش آغاز بسم اللہ الرحمن الرحیم مولانا راشد الحق سمیع

# پی ڈی ایم حکومت کی رخصتی

وطن عزیز میں پی ڈی ایم کی حکومت ختم ہوتے ہی نئے نگران سیٹ اپ نے اپنی ذمہ داریاں سنبھال لی ہیں، ہر ذی شعور جانتا ہے کہ وطن عزیز ان دنوں نہایت سخت حالات، مسائل اور مشکلات سے دوچار ہے، آئے روز ہی اس بدقسمت ملک پر مختلف آفات اور بحرانوں کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے جو رُکنے کا نام نہیں لے رہا، روزانہ اشیاءِ خوردونوش کی قیمتوں میں ہوشربا اضافے کے علاوہ گیس، پیٹرول، بجلی اور دیگر بنیادی ضروریات زندگی میں بھی بے تحاشہ اور مسلسل اضافہ ہو رہا ہے جو غریب عوام کی پہنچ سے دور ہوتی جارہی ہے جس کی وجہ سے روزانہ لوگ خودکشیاں کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں خودکشی کی سطح میں اضافہ ہوتا جارہا ہے، اب عوام ان حالات سے تنگ آکر سڑکوں پر نکل آئی ہے۔ پی ٹی آئی اور پی ڈی ایم دونوں کی حکومتوں میں آٹا ناپید ہوگیا، سابق وزیراعظم عمران خان نے اقتدار میں آکر دیگر سیاستدانوں کو جیل میں ڈالا اور بلند بانگ دعوے کئے کہ ریاست مدینہ قائم کرونگا لیکن حالات پچھلی حکومتوں سے بھی بدتر ہوتے گئے اور اپنی ناکام پالیسیوں کی بناء پر ملک کا بیڑہ غرق کر بیٹھے، مولانا سمیع الحق شہیدؒ بھی انہی کی حکومت میں شہید کردیئے گئے جس کے قاتل آج تک معلوم نہ ہوسکے اور نہ پکڑے جاسکے، عمران خان کی حکومت کے بعد پی ڈی ایم نے زمام اقتدار سنبھالا تو انہوں نے بھی عوام سے بلند و بانگ دعویٰ کئے، مہنگائی کے بحران اور دیگر مسائل وغیرہ سب عمران خان کے سر تھوپے گئے اور ابتر صورتحال سے نکلنے کا دعوی کیا لیکن پی ڈی ایم کی حکومت بھی انہی کی حکومت کی طرح ناکام نکلی، نہ یہ مہنگائی ختم کرسکے، نہ معیشت کو کنٹرول کرسکے اور نہ ہی ملک کے دیگر مسائل کو حل کیا گیا بلکہ یہ مہنگائی لانے میں عمران خان کے دور اقتدار سے بھی دو قدم آگے نکل گئے۔

ان کا اقتدار میں آنا دراصل اپنے مقدمات کو ختم کرانا اور آئندہ الیکشن کے لئے اپنے لئے راستے کو ہموار کرنا ان کے اہم سیاسی مفادات میں سے تھا جس میں انہیں کامیابی ملی لیکن عوام کے مفادات کے لئے کوئی بھی اہم اقدامات نہیں کئے گئے۔ پی ڈی ایم کی سولہ ماہ کی کارکردگی کی اگر جانچ

پڑتال کی جائے تو سیاسی و معاشی خسارہ اورعوام کی مایوسی اور بے چینی کے سوا کچھ نظرنہیں آئے گا، ہمارے جتنے بھی سیاسی رہنما ہیں ان کو ملک کی معیشت اور اقتصاد کو بہتر کرنے اور اس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے لیکن اِن کو ان سے کوئی سروکار نہیں، سب سیاسی رہنماء عوام کے معاشی حالات کو نظر انداز کررہے ہیں، لوگ بھوک سے مریں یا خودکشیاں کریں یہ ہمارے حکمرانوں کا مسئلہ نہیں، ان کی عیاشیاں بدستور جاری ہیں، پٹرول، بجلی اور دیگر مراعات ان کو مفت میں ملتی ہے جبکہ ان کی قیمت بیچاری عوام ٹیکسوں کی صورت میں ادا کررہی ہے اور غریب عوام بنیادی ضروریات کو ترس رہے ہیں، پی ڈی ایم حکومت کی رخصتی کے بعد عوام کو توقع تھی کہ نگران حکومت سابقہ حکومت کی معاشی پالیسیوں میں تبدیلی لاکر عوام کو ریلیف دیں گے لیکن انہوں نے بھی سابقہ حکومت کی پالیسیوں کو جاری رکھتے ہوئے عوام میں مایوسی کی لہر دوڑا دی اور معاشی بدحالی میں مزید اضافہ ہوگیا ہے، جس سے ثابت ہوا کہ پاکستانی عوام محض حکمرانوں کے اخراجات اور عیاشیاں پوری کرنے کے لئے پیدا ہوئی ہے، اگر بروقت پاکستان میں موجودہ مسائل ،مشکلات، عوام پر مسلط کردہ مہنگائی اور ملک میں پھیلی ہوئی بدامنی کا تدارک اور اس کا کوئی حل تلاش نہ کیا گیا تو خدانخواستہ مملکت پاکستان میں انارکی پھیل جائے گی جس کا ملک متحمل نہیں ہوسکتا۔

## توہین قرآن اور سانحہ جڑانوالہ

اللہ تعالیٰ کی ذات، کتاب اللہ اور رسالت مابؐ صلی اللہ علیہ وسلم دینی مقدسات میں شامل ہیں جس کی عظمت شان اور آداب خود اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمائے ہیں، مسلمان عملی طور پر جتنا بھی کمزور ہو لیکن دینی مقدسات کی توہین اور اس کی بے حرمتی پر وہ یکدم مشتعل ہو جاتے ہیں اور جب بھی ایسے واقعات رونما ہوتے ہیں تو مسلمان بے قابو ہوکر اپنی جان مال و آبرو حتی کہ سب کچھ ان مقدسات پر قربان کردیتے ہیں، جہاں کہیں بھی ایسے واقعات رونما ہوئے ہیں تو مسلمانوں نے اپنے ردعمل کا اظہار ضرور کیا ہے، مسلمانوں کے مقدسات کی توہین آمیز واقعات اکثر مغربی ممالک میں رونما ہوتے ہیں، وہ دیدہ ودانستہ ایسے واقعات کی پشت پناہی کررہے ہوتے ہیں لیکن مسلمان کمزور ہونے کے باوجود اس کا ردعمل پیش کرتے ہیں، کچھ عرصہ سے مذموم ابلیسی عزائم کے تحت اسلامی ممالک میں بھی اسی طرح کے مختلف سانحات رونما ہوتے رہتے ہیں جس کی ایک مثال آسیہ ملعونہ ہے جس نے توہین رسالتؐ کی جسارت کی تھی جسے بعد میں ہمارے بزدل حکمرانوں نے بری کردیا تھا۔

آج کل قرآن کریم کی توہین اور بے حرمتی کے واقعات مختلف ممالک میں روز بروز دیکھنے اور سننے کو ملتے ہیں جس سے دنیا بھر کے کروڑوں مسلمانوں کے مذہبی جذبات مجروح ہوتے ہیں، وہ ان افسوسناک واقعات پر اپنا شدید احتجاج بھی ریکارڈ کرواتے ہیں مگر ہوتا کچھ نہیں جس کی وجہ سے غیور مسلمانوں کے جذبات کا مشتعل ہو جانا یقینی ہیں، گزشتہ دنوں جڑانوالہ میں ایک مسیحی نوجوان کی طرف سے قرآن کریم کی بے حرمتی کرنے کا واقعہ رونما ہوا جس سے وہاں کے سینکڑوں مسلمان برداشت نہ کرسکے اور کچھ ہی لمحوں میں پورے شہر باہر نکل آیا اور عیسائی بستی اور چرچ پر حملہ آور ہو کر ان کے گھروں کو جلا دیا گیا، جسے سوشل میڈیا نے خوب اچھالا اور مسلمانوں کو ایک متشدد قوم کے طور پر پیش کیا گیا، جس سے تمام دنیا میں مسلمانوں کا سوفٹ امیج متاثر ہوا، میڈیا خاص کر مغربی ذرائع ابلاغ ایسی ہی خبروں اور واقعات کی کھوج میں رہتا ہے جہاں مسلمانوں کی بدنامی ہو رہی ہو، دوسری جانب یہی میڈیا توہین کرنے والوں کی نہ تو مذمت کرتا ہے اور نہ ایسے واقعات کو کوریج دیتا ہے تو مسلمانوں کو چاہیے کہ ایسی صورتحال میں تشدد اور عام عوام کے ساتھ بدسلوکی کے بجائے اس کو عدالت سے رجوع کرنا چاہیے اور جو مجرم ہیں انہیں قرار واقعی سزا ملنی چاہیے کیونکہ کسی ایک فرد کے ذاتی فعل کی سزا پوری قوم کو نہیں دی جاسکتی، اگر جڑانوالہ میں مسلمان قانون کو ہاتھ میں لینے کی بجائے اس مجرم کو پکڑ کر حوالہ پولیس کرتی تو ایسے واقعہ نہ ہوتا جس کی وجہ سے دنیا بھر میں مسلمانوں کا غلط امیج نہ جاتا اور مسلمان جگ ہنسائی کا سبب نہ بنتے۔

ہم ایک طرف قرآن کریم یا دیگر دینی مقدسات کی توہین کی جسارت کی بھرپور مذمت کرتے ہیں اور ایسا کرنے کو مذموم ابلیسی واردات قرار دیتے ہیں تو دوسری طرف اس طرح اشتعال انگیزی اور تشدد کو بھی اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے، ایسے واقعات سوچی سمجھی سازش کے تحت رونما ہوتے ہیں تاکہ ملک میں افراتفری پیدا ہو جائے جس سے مذہب اور اہل مذہب بدنام ہو سکے اور اسلام دشمن قوتوں کو ایسے واقعات سے فائدہ پہنچے لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ ایسے واقعات میں سوچ سمجھ کر اقدام کرنے چاہئیں، یہاں بسنے والے تمام مذہبی اقلیات جب تک ہمارے مقدسات کا احترام کرتے ہیں تب تک وہ ہمارے لئے محترم ہیں، ان کو یہاں اپنے دین اور مذہب کے مطابق زندگی گزارنے کی مکمل تحفظ حاصل ہے مگر ان کو بھی چاہیے کہ وہ ہمارے مذہبی جذبات کی قدر کریں، جڑانوالہ واقعہ کو ہم درست نہیں کہتے، الحمدللہ! مختلف دینی جماعتوں نے وہاں جا کر ان کے ساتھ اظہار ہمدردی کی ہے اور ان کو مکمل تعاون کی یقین دہانی کرائی ہے۔

(قسط۳) مرتب: مولانا حافظ خرم شہزاد*

# ملفوظات امام لاہوریؒ

## ''تفسیر لاہوری'' کی روشنی میں!

### اللہ تعالیٰ کی تین صفات دنیا میں کارفرما

''حضرت شاہ ولی اللہؒ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تین صفات دنیا میں کارفرما ہیں:

(۱) ابداع: ایجاد الشیء لا من شیء، اللہ تعالیٰ نیا پیدا کرنے والا ہے آسمانوں اور زمینوں کا، آسمان اور زمین کو اسی طرح پیدا فرمایا کہ اس کا مادہ پہلے موجود نہیں تھا، بغیر مادہ کے آسمانوں اور زمینوں کو از سرنو پیدا فرمایا۔

(۲) خلق: خلق الشیء من الشیء، جس طرح مٹی بنادی، پھر اس سے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو آدم علیہ السلام کا مادہ مٹی ہے، پھر اس سے ساری چیزیں بنادیں۔

(۳) تدبیر: جعل الاسباب موافقة للنظام المطلوب، اللہ تعالیٰ سب کا مبدع ہے کان اللّٰہ ولم یکن شیئا غیرہ (صفت تدبیر کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کائنات پیدا کرنے کے بعد اس کا نظم وانتظام خود ہی فرمارہے ہیں) (تفسیر لاہوری، ج۱، ص:۴۱۴)

### مسئلہ سماعِ موتی

''اول تو یہ مسئلہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی بہت مختلف فیہ رہا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کا انکار کرتی ہیں اور پھر قرب اور بُعد کا جھگڑا ہے، بعض کہتے ہیں کہ قریب سے سنتے ہیں بعید سے نہیں، اگر مان لیا جائے تو بعید سے بھی سنتے ہیں تو اس میں شک ہے کہ میت مقبول بارگاہ الٰہی ہے یا نہیں؟ کیونکہ جمیع اہل قبور کی مقبولیت قطعی نہیں ہے اور اگر مان بھی لیا جائے کہ وہ مقبول ہیں تو کیا انھوں نے ٹھیکہ اٹھا رکھا ہے کہ ہر وقت وہ تمہاری ڈاک اللہ تعالیٰ کے دربار میں پہنچاتے رہیں، ہوسکتا ہے کہ ان کی ارواح کسی عالی کام میں مشغول ہوں۔ غرض یہ ہے کہ آزمائش کے کئی مراحل سے گذر کر حقیقت پہچانی جاتی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِىْ وَ لْيُؤْمِنُوْا بِىْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ (البقرة:١٨٦) اور وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ(ق:١٦) اور جبکہ اللہ تعالیٰ نے سننے کا ذمہ لیا ہوا ہے، فرماتے ہیں لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ (البقرة:٢٥٦) تو اب موتیٰ اور اہل قبور کے ذریعے سے دعا مانگنا الٹی ڈاک کا نقشہ ہوجائے گا۔ بہرحال! جہاں تک حیات الانبیاء (علیہم السلام) بعدالممات اور ان کے سماع کا مسئلہ ہے وہ سلف صالحین اور اکابر دیوبندؒ کا ایک مسلمہ ومتفقہ عقیدہ ہے جبکہ عام اموات کا سماع تو خیر القرون سے مختلف فیہ چلا آرہا ہے، کوئی قائل ہے اور کوئی نہیں۔'' (تفسیر لاہوری، ج۱، ص:۴۲۴)

## علم اور دانش

''شاہ ولی اللہؒ نے حکمت کے معنی دانش کے لکھے ہیں، دانش موقع پر سمجھ میں خدا کی مہربانی سے ایک چیز آتی ہے جیسے کہ ایرانیوں سے صحابہؓ کی جنگ ہوئی تو ایرانی جنگ میں ہاتھی لائے اور صحابہؓ اونٹ کے اوپر جال ڈال کر سامنے لائے، ہاتھی دیکھتے ہی بھاگ گئے۔ غرضیکہ دانش اسی چیز کا نام ہے کہ کسی چیز کا سمجھنا اور چیز ہے اور دانش اور چیز ہے۔ کتاب اور حکمت اور چیز ہے تو دانش کے سوا علم بیکار ہے یعنی انتظام اور نبض شناسی کا مادہ پیدا کرنا کہ اس حیثیت سے دینی کام سرانجام دے کہ وہ ترقی کرتا ہوا چلا جائے اور بگڑنے نہ پائے جیسا کہ مبلغ کو چاہئے کہ جس قوم کو راہِ راست پر لانا ہے، پہلے مختلف جزئیات پیش نہ کرے بلکہ پہلے اسلام کے اصول پیش کرے تو جس وقت اس میں کچھ سوجھ بوجھ کا مادہ پیدا ہوجائے تو ان میں جو امراض ہوں ان کا علاج کرنا شروع کردے۔ خلاصہ یہ کہ جس وقت ان کو اعتماد ہوجائے تو ان کے حال پر تنبیہ شروع کردے۔'' (تفسیر لاہوری، ج۱، ص:۴۳۳)

## علماء اور ادائے نیابت میں کوتاہی

''اب جو عالم یہ فرائض ادا نہ کرے تو اس کو عالم نہیں کہنا چاہیے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان العلماء ورثة الانبياء لم يورثوا دينارا ولا درهماً بل ورثوا العلم فمن اخذه اخذ بحظ وافر (ابوداؤد:۳۶۴۱) تو جو وارث ہوکر بھی منصب کے تقاضے ادا نہیں کرتا تو وہ وارث ہی نہیں ہے، علمائے عصر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل نیابت ادا کرنے میں سخت کوتاہی کررہے ہیں۔'' (تفسیر لاہوری، ج۱، ص:۴۳۴)

## طلبہ کو اللہ والوں کی صحبت کی تلقین

''تقویٰ اور خوفِ خدا عقلی علم کے پڑھنے سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ قرآن وسنت پڑھنے سے اللہ والوں کی صحبت سے یہ جواہر نصیب ہوتے ہیں، قرآنی معلومات اور نبوی ارشادات کو نصب العین بنانے سے نورانیت حاصل ہوتی ہے، علمائے ربانیین کی مجالس میں بیٹھنے سے تزکیۂ نفوس کی دولت نصیب ہوتی ہے، اکابر کے سامنے ادب واحترام سے بیٹھنا چاہئے، میں شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی مجلس میں دو دو، تین تین، گھنٹہ خاموش بیٹھا رہتا تھا، ان کے سامنے کبھی ایک لفظ تک نہیں بولا۔ ادب سے عقل آتی ہے، نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن'' (تفسیر لاہوری، جلد اول، صفحہ:۴۴۶)

## شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور گیارہویں شریف

''شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، گیارہویں صدی میں گزرے ہیں اور لوگ کہتے ہیں کہ یہ گیارہویں شریف دین میں سے ہے حالانکہ دین وہی ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ماانا علیہ واصحابی اعلان الٰہی ہے: اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَـكُمۡ دِيۡنَكُمۡ (المائدہ:۳) تو اگر کوئی گیارہویں شریف اس نیت پر دے کہ اس کے ذریعے رزق میں برکت آتی ہے اور اگر نہ دے تو رزق میں تنگی آتی ہے تو یہ شرک ہے، رزق اور مدد صرف ایک ہی رب العالمین سے مانگنی چاہیے۔'' (تفسیر لاہوری، ج۱،ص:۵۶۸)

## علم اور عقل

''دانشمندی، علم اور چیز ہے اور عقل اور چیز ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں وہ عقل اور قابلیت حاصل ہوتی تھی جس کے آگے فہم وادراک ہیچ ہیں، مقولہ مشہور ہے: یک من علم را دہ من عقل باید'' (تفسیر لاہوری، ج۱،ص:۴۶۸)

## خلافِ شریعت پیر سے بیعت کرنا حرام

''یہ گوہر اللہ والوں کے پاس ہے مگر یہ بھی ہے کہ موتی ملنے ارزاں اور اللہ والے اس سے بھی گراں ہیں (یعنی مشکل سے ملتے ہیں) کئی بہروپئے ہوتے ہیں، مرید بنا کر جبے پہن کر یتیموں کا مال کھاتے ہیں، حرام وحلال میں تمیز نہیں کرتے اور لوگوں کو بہکاتے پیٹ پالتے ہیں۔ ایسے پیر اگر ہَوا میں اُڑتے آئیں اور لاکھوں کی تعداد میں مرید بنا کر پیچھے لائیں مگر پابند شریعت نہیں ہیں تو اس کی طرف نگاہ اٹھانا گناہ اور بیعت ہونا حرام ہے اور اگر غلطی سے بیعت ہوجائے تو (بیعت) توڑنا فرض۔ اللہ والے کی خدمت میں رہنے سے دینی رنگت چڑھتی ہے، حضرت امروٹیؒ کو ایک خادم (جو

بالکل جاہل تھا) کہنے لگا کہ حضرت! آپ کی کھجوروں کو لڑکے کچا توڑ توڑ کر خراب کردیتے ہیں تو حضرت نے اُسے فرمایا کہ جاؤ! بدمعاشوں کو پکڑ لاؤ تو خادم نے کہا کہ اول بدمعاش تو میں ہوں، چنانچہ حضرت نے پھر اس جواب کے بعد کچھ نہ فرمایا: یہ اللہ کا رنگ (ہے)، امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ نے لکھا ہے کہ مجھے ہر آنے والے مسافر اور نصرانی سے بھی اپنا نفس کمتر معلوم ہوتا ہے۔'' (تفسیر لاہوری، ج۱، ص:۴۶۹)

## حضرت لاہوریؒ کا صبر وتوکل

''میں لاہور جب آیا تو ظاہری اسباب میں سے کوئی سہارا نہ تھا، ایک روپیہ آجاتا تھا پھر جب ایک آنہ رہ جاتا تو اور آجاتا، میری بیوی کو خدا خوش رکھے، عالم کی بیٹی ہے (میرا نکاح دارالعلوم دیوبند کی مسجد میں ہوا اور نکاح پڑھانے والے شیخ الہند (حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ) کے شاگرد مولانا ابومحمد احمدؒ نے پڑھا اس نے ہر طرح کے حالات برداشت کئے، اُف تک نہ کی، ہر حال میں ہمارا بھروسہ اللہ پر رہا، آٹھ مرتبہ حج بیت اللہ شریف گئے، بیوی بھی ساتھ گئی، اگلے سال گئے تو دس ہزار روپے صَرف ہوئے، امراء (اغنیاء) سے نہیں لیتا۔'' (تفسیر لاہوری، ج۱، ص:۴۸۰)

## شاہ عبدالقادرؒ کے ترجمہ قرآن کی اہمیت

''حضرت مولانا شیخ الہندؒ فرماتے تھے کہ اگر قرآن مجید بالفرض اردو زبان میں نازل ہوتا تو شاہ عبدالقادر صاحبؒ کی زبان میں نازل ہوتا۔'' (تفسیر لاہوری، ج۱، ص:۴۸۴)

## عقل سے خوشحالی اور بے عقلی سے افلاس

''جب تک ہندوستان والے اپنی عقل سے کام لیتے تھے تو یورپ ان کا محتاج تھا اور جب انھوں نے عقل سے کام لینا چھوڑ دیا یا چھڑوایا گیا تو ہندوستانی مفلس ہوگئے اور اب وہ ہر چیز میں یورپ کے محتاج ہوگئے اور اسی طرح افغانستان کو دیکھئے! باوجود یہ کہ خزائن الٰہی موجود ہیں لیکن وہ اپنی عقل سے کام نہیں لیتے لہٰذا وہ خزائن بیکار ہیں حالانکہ سونے کی کان موجود ہے، خود نکالتے نہیں کیونکہ ان کے پاس وہ آلات نہیں جس کے ذریعے سے سونے کو پتھر اور مٹی سے جدا کردیں اور دوسرے کو بھی ٹھیکہ نہیں دیتے کیونکہ امیر عبدالرحمٰن خان نے ایک کتاب لکھی ہے اس میں اس نے یہ وصیت کی ہے کہ غیر ملکی کو ٹھیکہ نہ دینا کیونکہ اُسی حیلہ سے چند روز کے بعد یہ لوگ ملکی امور میں دخل دینے لگیں گے اور اپنا اقتدار بھی قائم کرلیں گے۔'' (تفسیر لاہوری، ج۱، ص:۵۹۶)

## ''وہابی'' کسے کہتے ہیں؟

''حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے کسی نے پوچھا وہابی کسے کہتے ہیں ؟ تو فرمایا کہ وہابی اس ملک میں دیندار کو کہتے ہیں ۔اے پنجابی ! تیری بڑی بدقسمتی ہے جومشرک وہ ''ایماندار'' اور جو موحد وہ ''بے ایمان'' ! لیکن اللہ تعالیٰ بھی اتمام حجت کرتا ہے، اگر ایک لاکھ میں ایک بیٹا بھی ہوتا تم میں تو لاہور پُرنور بن جاتا ، اب اللہ تعالیٰ اتمامِ حجت کے لیے قرآن پڑھواتا ہے قیامت کے دن پتہ لگے گا کہ سوائے خدا کے کسی کے قبضے میں بچانا اور دینا نہیں ہے جن کو تم نے (خدا کو چھوڑ کر) خدائی کا درجہ دے رکھا ہے انہیں خدا کہو نہ کہو لیکن اس سے تعلق رکھو گے تو مشرک بن جاؤ گے، یہ بھی ایک عقدہ ان سے حل نہیں ہوتا جو تعلق بندے کا خدا سے ہے اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ اس عبادت واستعانت میں شیطان نے انہیں گمراہ کر رکھا ہے۔'' (تفسیر لاہوری، ج ا،ص:۵۰۰)

## حضرت امروٹیؒ کے مرشد حافظ صدیق محمدؒ کا تقویٰ

''ایک بزرگ حافظ محمد صدیق صاحبؒ مرشد حضرت امروٹی صاحبؒ کسی کے ہاں دعوت کا کھانا کھا رہے تھے تو صاحب دعوت نے کہا کہ حضرت ! یہ طعام نذر لغیر اللہ کا ہے تو بزرگ نے فوراً ہاتھ کھینچ لیا پھر اس نے کہا کہ حضرت ! یہ اللہ کے واسطے ہے تو پھر انھوں نے کھانا شروع کر دیا۔'' (تفسیر لاہوری، ج ا،ص:۵۱۴)

## ایک ہندو کا قرآن سے متاثر ہونا

''ایک دفعہ میں ملتان کی جیل میں تھا، وہاں بھی درس قرآن دیا کرتا تھا تو ایک ہندو نے مجھ سے قرآن مجید کا ترجمہ پڑھنا شروع کیا، پڑھتے پڑھتے جب یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اعۡبُدُوۡا پر پہنچے تو وہ ہندو بہت خوش ہوا اور کہنے لگا کہ آخر مجھے یقین ہوا کہ یہ کلام الٰہی ہے جس میں غریبوں ، دولت مندوں ، مغل، چماروں تمام کو ایک ہی طرح مساوی خطاب کیا جا رہا ہے۔ ہمارے ہاں تو جب پنڈت چلتا ہے تو آگے کئی آدمی پوش پوش کرکے لوگوں کو ہٹاتے ہیں تاکہ کسی گناہ گار کی نظر پنڈت پر نہ پڑ جائے۔'' (تفسیر لاہوری، ج ا،ص:۵۲۵)

## بیس رکعت تراویح حضرت عمرؓ کی سنت

''یہ مہینہ (رمضان المبارک) قرآن کی سالگرہ ہے، اس میں ہم پر یہ لازم ہے کہ قرآن پاک بامعنی سنیں بغیر ترجمہ کے ہم اس سنت کے کما حقہ پورا کرنے سے (کہ قرآن بامعنی پڑھ کر سنیں)

قاصر ہیں یعنی ما انا علیه واصحابی کی سنت پر عمل پیرا نہیں ہوسکتے، بیس(۲۰) رکعت تراویح حضرت عمر فاروقؓ کی سنت ہے، ہم حضرت ابوبکر صدیقؓ وعمر فاروقؓ کی سنت پر عمل نبی کریمؐ کی وصیت کی بناء پر کرر ہے ہیں فاقتدوا بالذین من بعدی ابی بکرؓ وعمرؓ۔'' (تفسیر لاہوری، ج ۱، ص: ۵۳۶)

## اصلی انسان کیا چیز ہے؟

''دراصل اصل انسان وہی شخص ہے جس میں وحشت اور نفرت نہ ہو بلکہ اس میں الفت اور شفقت پائی جائے، انسان کا مفہوم اور مطلب سمجھنے میں عام طور پر غلطی کی جاتی ہے عام طور پر انسان کا مفہوم یہ لیا جاتا ہے کہ دو پاؤں، دو ہاتھ، دو آنکھیں، بتیس دانت، دو کان، ایک زبان اور سیدھا قد ہونے کا نام انسان ہے حالانکہ یہ چیز حقیقتاً انسان نہیں ہے البتہ انسان کا لفافہ ضرور ہے جس طرح کہ خط لفافہ کو کہا جاتا ہے حالانکہ لفافہ خط نہیں ہوسکتا بلکہ لفافہ کے اندر خط ملفوف ہوتا ہے، اگر لفافہ کے اندر خط نہ ہو تو لفافہ بیکار اور فضول ہے اسی طرح اگر اس انسانی لفافہ کے اندر انسانیت پائی جائے تو پھر لفافہ قابل قدر ہے اور اگر اندر انسانیت کا جوہر نہیں ہے تو پھر یہ لفافہ ردی کی ٹوکری میں پھینکنے کے قابل ہے اور شکل انسانی جس میں انسانیت کا جوہر نہ ہو اسکی ردی کی ٹوکری دوزخ ہے۔'' (تفسیر لاہوری، ج ۱، ص: ۵۳۸)

## حق اور باطل کا معنی؟

''حق وہ ہے جس سے اللہ راضی ہو اور باطل وہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ ناراض ہو۔ حق اور باطل کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہے وہ حق ہے اور جو چیز اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہے وہ باطل ہے۔ اب اللہ تعالیٰ کی مرضی یا خلاف مرضی بتلانے والا آسمان سے نازل شدہ اس وقت سطح دنیا پر فقط قرآن مجید ہے، اب جو شخص قرآن مجید کی رہنمائی کے مطابق حق پر چلے گا وہ حق پرست کہلائے گا۔ ایسے شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد دنیا میں بھی شامل حال ہو گی۔'' (تفسیر لاہوری، ج ۱، ص: ۵۵۱)

## فاسق اور کافر میں فرق؟

''فاسق وہ ہوتا ہے جو بُرے کاموں سے بچنا چاہتا ہے مگر نفس کو نہیں روک سکتا اور کافر رُکنا ہی نہیں چاہتا، یہی فرق ہے فاسق و کافر کے درمیان۔'' (تفسیر لاہوری، ج ۱، ص: ۵۵۲) (جاری ہے)

(آخری قسط) مولانا راشد الحق سمیع

# سفرنامہ چین

## حکومت چین کی دعوت پر پاکستانی علمائے کرام کا دورۂ چین

سنکیانگ پر چین کے علاوہ روس نے بھی ماضی میں قبضہ کرنے کی کوششیں کی ہیں اور اس علاقے کو اپنا ''پچھلا دروازہ'' قرار دیا ہے، کئی دہائیاں قبل ایک موقع پر چینی حکومت نے روس کے ساتھ مل کر سنکیانگ کے مسلمانوں کے خلاف مشترکہ کارروائیاں بھی کی تھیں اور اُس وقت کی جاری جنگ کو انہوں نے تشدد کے ذریعے ختم کردیا تھا جس میں اُس وقت ۷۵ ہزار مسلمان شہید ہوئے تھے، حتیٰ کہ انیسویں صدی کے شروع میں روس نے اپنی ایک کٹھ پتلی حکومت سنکیانگ میں قائم کی پھر ۱۹۴۹ء میں ماؤزے تنگ کے انقلاب برپا کرنے اور اقتدار میں آنے کے بعد انہوں نے سنکیانگ کے ایغوروں کے ساتھ مذاکرات کئے اور بغیر لڑائی کے سنکیانگ کو چین میں شامل کرلیا لیکن کچھ ہی عرصہ بعد یہ دوبارہ خودمختار آزاد ریاست کے قیام کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور ۱۹۵۰ء میں مرکزی حکومت کے خلاف انہوں نے آزادی کا اعلان کردیا پھر اس کے بعد وقفے وقفے سے ۲۰۱۶ء تک ایغوروں نے مرکزی حکومت کے خلاف مختلف لڑائیاں لڑیں اور مسلح و سیاسی طور پر آزادی کی کوششیں کیں لیکن انہیں کوئی کامیابی حاصل نہ ہوسکی مگر اس کے نتیجے میں مرکزی چینی حکومت کی صوبے میں مداخلت اور اثر ورسوخ میں بہت زیادہ اضافہ ہوگیا اور انہوں نے پوری شدت کے ساتھ مسلح گروپوں کے خلاف کاروائیاں کیں۔

اس تمام صورتحال پر ہم نے سنکیانگ کے وزارت خارجہ کے اعلیٰ افسران سے اس بارے میں دریافت کیا کہ حکومت چین کا سنکیانگ کے بارے میں کیا موقف ہے؟ عالم اسلام اور پاکستان کے مذہبی حلقے اس حوالے سے تشویش میں مبتلا ہیں تو انہوں نے ہمیں آگاہ کیا کہ سنکیانگ بنیادی طور پر چینی سلطنت کا دو ہزار سال سے تاریخی اعتبار سے حصہ رہا ہے، بارہ سو سال بعد اِسے مسلم سلطنت کا حصہ بنادیا گیا پھر ۱۹۴۹ء میں چین کی آزادی کے بعد چیئرمین ماؤزے تنگ نے ایغور مسلمانوں کے ساتھ باقاعدہ مذاکرات ومعاہدے کے بعد اِسے چین میں شامل کیا ہے اور ''ہوئی

مسلمان'' اور سنکیانگ کے اکثریتی مسلمان مرکزی حکومت کے ساتھ رہنے میں خوش ہیں۔ہم نے اس علاقے کو مکمل جدید ترین سہولیات،کارخانوں کی تعمیر اور جدید ٹیکنالوجی سے آراستہ کر دیا ہے اور یہاں مسلمانوں کا معیار زندگی بھی دیگر چینی صوبوں کی طرح بہت اونچا ہوگیا ہے ۔چینی حکومت کسی مذہب پر یقین نہیں رکھتی تاہم تمام مذاہب والے قانون کے مطابق مذہبی رسومات ادا کرنے میں آزاد ہیں نیز انہوں نے بتایا کہ مغرب اور امریکہ ایغور مسلمان علیحدگی پسند گروپوں کے ذریعے چین میں عدم استحکام لانا چاہتے ہیں، اب یہ علاقہ چین کا جزء لاینفک بن چکا ہے، چین کا صوبہ سنکیانگ آپریشن کے بعد اب مکمل کنٹرول ہے اور چھ سات سالوں سے انہیں بتایا کہ کہ کسی قسم کی مزاحمت نہیں اٹھی، اسی طرح چینی افسر نے بتایا کہ یہاں کوئی حراستی سنٹر نہیں ہے،صرف ''انتہاپسندوں'' کی ''کونسلنگ'' کیلئے ''تربیتی وتعلیمی ادارے'' بنے ہیں تاکہ یہ لوگ بھی چینی معاشرے کا حصہ بنیں۔

سنکیانگ کے تمام شہروں میں ہمیں پولیس اکا دکا ہی نظر آئی، نہ ہم نے مسلح دستے دیکھے نہ آرمی کی بکتر بند گاڑیاں وغیرہ البتہ''ضرب عضب'' وغیرہ کی طرح آپریشن چند برس قبل سارے سنکیانگ میں ہو چکا ہے اب حالات بظاہر وہاں نارمل ہیں تاہم ہوٹلوں میں بیرونی سیاحوں کی آمد کے موقع پر انٹری و دیگر قانونی تقاضے پورے کئے جاتے ہیں اوراس کے علاوہ مسلمانوں کی اکثریت پر چینی حکومت خفیہ اداروں اور دیگر جدید ذرائع سے ان پر نظر رکھتی ہے جس طرح کہ عرب کے دیگر اسلامی ممالک میں جاسوسی وغیرہ کی جاتی ہے، تاہم سنکیانگ میں مساجد آباد ہیں اور کچھ خواتین کو ہم نے شاہراؤں بازاروں میں اسکارف پہنے ہوئے بھی دیکھا اور معمر افراد کی داڑھیاں بھی دیکھیں اور سارے سنکیانگ میں مسلمانوں کا مقامی رسم الخط اور تہذیبی و ثقافتی رنگ ہرسمت نمایاں نظر آیا اور جن مساجد و مراکز کا ہم نے وزٹ کیا وہ نمازیوں کے لئے کھلی ہوئی تھیں،چینی حکومت کا کہنا ہے کہ سنکیانگ میں چوبیس ہزار مساجد واقع ہیں اور ہم نے انہیں نہیں ڈھایا، باقی وفد کے پاس وہ اختیار اور ٹائم نہیں تھا کہ وہ تفصیل سے گلی محلوں اور دیگر علاقوں میں جاکر صحیح اور گہری صورتحال معلوم کریں، بظاہر تو وہاں سب کچھ روٹین کے مطابق جاری تھا۔سنکیانگ کے تین روزہ دورے میں ہمارے وفد نے زیادہ زور خیرسگالی،دوطرفہ دوستی کے فروغ اور سنکیانگ کے مسلمانوں کو پاکستانی دینی مدارس کے دیکھنے اور تعلیم حاصل کرنے کی انہیں مسلسل دعوت دی۔ضرورت اس امر کی ہے کہ عالم اسلام کے بڑے لیول کے وفود مستقل سنکیانگ آتے جاتے رہیں تواس سے خیرسگالی کا ایک اچھا پیغام چینی حکومت کے پاس جائے گا،باقی مغربی و امریکی میڈیا جو واقعات سنکیانگ کے حوالے سے بیان کر

رہے ہیں اس میں موجودہ حالات میں مبالغہ اور پروپیگنڈہ بھی پایا جاتا ہے کیونکہ چین امریکہ اور مغرب کے مقابلے میں اس وقت معاشی وعسکری لحاظ سے سپر پاور بن چکا ہے۔

۲۰۱۴ء سے حکومت چین نے کھربوں ڈالر مالیت سے ایک بین الاقوامی دیوہیکل منصوبہ ون بیلٹ ون روڈ منصوبہ شروع کر رکھا ہے، اس منصوبے کے ذریعے ایشیائی، یورپی، افریقی اور جنوبی امریکی ممالک کی صنعت وتجارت کو باہم مربوط کرنا مقصود ہے۔ سی پیک منصوبہ تو صرف اس کا ایک جز بنتا ہے، پاکستان کے علاوہ تقریباً ۶۲ ملکوں میں چینی روڈز اور دیگر عظیم الشان تعمیراتی منصوبے اس پروجیکٹ کے تحت بن رہے ہیں، یہ پراجیکٹ کئی اسلامی ملکوں مثلاً پاکستان، قازقستان، ترکمانستان، آذربائیجان، ترکی، انڈونیشیا، نائیجریا، بنگلہ دیش وغیرہ میں پھیلا ہوا ہے۔ ۲۰۳۰ء تک یہ تمام روڈز وغیرہ پایہ تکمیل تک پہنچ جائیں گے جس سے پیٹرول اور دیگر خام مال چین کو فوری اور سستا بذریعہ روڈ پہنچ سکے گا اور پھر چین اس کی بدولت دنیا بھر کی ڈیمانڈ بھی صرف دو ہفتوں میں پوری کر کے ایکسپورٹ کرے گا، اس منصوبے کی تکمیل سے چین آنے والے وقتوں میں امریکہ ومغرب کے لئے ایک ناقابل تسخیر صنعتی وعسکری قلعہ بننے جارہا ہے اور سپر پاور دوبارہ ایشیاء میں اٹھ رہی ہے، نیز چینی افسر نے ہمیں بتایا کہ مغربی میڈیا مسلمانان سنکیانگ پر چینی حکومت کے ظلم وستم کا پروپیگنڈہ کر کے درج بالا اسلامی ممالک وغیرہ میں چین کے خلاف نفرت پھیلانا چاہتا ہے۔'' جبکہ خود مغرب اور امریکہ نے فلسطین، کشمیر و دیگر مسلم ممالک کے مظالم پر چپ سادھ رکھی ہے، یہ اُن کا دوہرا معیار ہے، پاکستان اور عالم اسلام اس وقت چین کی طرف دیکھ رہے ہیں کیونکہ ماضی میں مغرب اور امریکہ نے انہیں مسلسل دھوکے دیئے ہیں۔

## آکسو شہر روانگی

۱۷۔ جولائی کو ہم دوپہر آکسو شہر پہنچے، فلائٹ کا دورانیہ تقریباً سوا گھنٹہ تھا، جہاز سے یہ شہر بہت زیادہ سرسبز وشاداب نظر آرہا تھا حالانکہ یہ ریگستانی اور خشک علاقہ ہے لیکن جہاز کی کھڑکی سے نیچے بہت خوش کن اور دلفریب مناظر نظر آرہے تھے، آخر کار جہاز لینڈ کر گیا ہم نیچے اترے تو مقامی حکام نے ہمیں وی آئی پی لاؤنج میں خوش آمدید کہا، ایئرپورٹ سے باہر نکلے تو پہلے سے کچھ میٹنگز طے تھیں وہاں سے فراغت کے بعد جامع مسجد پہنچ گئے، امام مسجد محمد احمد صاحب اور دیگر لوگ ہماری آمد کے منتظر تھے، امام صاحب نے مسجد کے بارے میں تفصیلات سے آگاہی دی، ہم نے وہاں نماز

عصر ادا کی، مسجد بہت خوبصورت اور جدید سہولیات سے آراستہ تھی، انہوں نے بتایا کہ عام طور پر سو ڈیڑھ سو افراد نماز کے لئے آتے ہیں اور جمعہ کو یہ تعداد زیادہ ہو جاتی ہے، اس کے بعد ہمیں قافلے کی صورت میں شہر کے ایک علاقے کا دورہ کرایا گیا، ہم نے مختلف گلی محلوں کا وزٹ بھی کیا اور اُن لوگوں کے گھروں کو دیکھا جو صاف ستھرے اور سلیقے سے آراستہ کئے گئے تھے اور علاقہ بھی خوبصورت تھا اور دلچسپ بات یہ ہے کہ چائنیز تہذیب وتمدن کو ''اسلامی ٹچ'' بھی دیا گیا تھا، ہمارے میزبان بہت نفیس، اعلیٰ ذوق اور فصاحت و بلاغت سے آراستہ تھے، انگلش، چائنیز اور کچھ عربی زبان پر بھی عبور حاصل تھا۔ تمام شرکائے سفر نے اِن سے فرداً فرداً یہاں کے احوال تفصیل سے پوچھے۔

اس کے بعد ہمیں ایک بڑے ہال لے جایا گیا جہاں انہوں نے آکسو شہر کی تعمیر نو اور اس کی ہریالی کے متعلق تفصیلی بریف کیا۔ یہاں کی دیواروں پر مختلف بڑی بڑی تصاویر آویزاں تھیں جس میں ماضی کے آکسو شہر کے ریگستانی اور خشک علاقوں کی اس وقت کی تصاویر اور تاریخ تھیں اور پھر موجودہ شہر کی جدید ہریالی و سبزے سے آراستہ تصاویر تھیں کہ کس قدر چینیوں نے محنت کر کے بنجر اور ریتلی زمین میں جنگلات اُگائے ہیں، یہاں باغات بنائے ہیں اور سبزہ کا ایسا تصور پیش کیا ہے کہ عقل انسانی اس عظیم محنت ومشقت پر حیران رہ جاتی ہے اس شہر اور ریگستان کو نخلستان میں بدلنے کے لئے انہوں نے تیس سال لگائے ہیں، ۸۰ء کی دہائی میں سارے شہر اور علاقے کو مختلف زونز میں تقسیم کیا گیا پھر مختلف لوگوں کی وہاں ڈیوٹیاں لگائی گئیں حتیٰ کہ لوگوں نے ان بیابانوں میں اپنی فیملیز کو بلا کر خیموں میں زندگی بسر کی تکالیف برداشت کیں تا کہ ان ننھے پودوں کو پانی وغیرہ وقت پر دیں اور ان کی نشو ونما جاری رکھ سکیں، ان قربانیوں سے ہی آج چین عظیم چین بنا ہے، زراعت کے شعبے میں بھی چین نے ساری دنیا میں سبقت حاصل کر لی ہے۔

ابن انشاء نے پچاس برس قبل بیجنگ کے دورے کے موقع پر لکھا تھا کہ بیجنگ میں تمام نوجوان سٹوڈنٹس اور شہری شجر کاری کی مہم میں مصروف عمل نظر آئے اور انہوں نے عہد کیا تھا کہ ہمیں شہر میں ایک کروڑ درخت لگانے ہیں اور وہ اس مقصد میں کامیاب نظر آئے، آج پچاس برس گزرنے کے بعد بیجنگ میں درختوں اور پودوں کی تعداد کروڑوں سے تجاوز کر گئی ہے، اتنا سبزہ میں نے دنیا کے اٹھائیس تیس ممالک کے دارالخلافوں میں نہیں دیکھا جتنا میں نے یہاں بیجنگ اور چین میں دیکھا ہے، غالب کا یہ مصرع چینیوں پر ہی صادق آتا ہے......

ع اُگ رہا ہے در و دیوار سے سبزہ غالب

## سنکیانگ کا دارالخلافہ اروکمی شہر

۱۷؍جولائی کو ہم لوگ آکسو ایئرپورٹ سے بہت تاخیر سے سنکیانگ کے دارالخلافہ شہر اروکمی کی طرف روانہ ہوئے، سارے راستے میں طیارہ فضاء میں مسلسل ہچکولے کھاتا رہا، پہلے سے بدن تھکاوٹ سے چور چور تھا اتنے میں ناہموار پرواز سے مزید دماغ بھی متاثر ہوا، ایئر ٹربولینس (ہوائی جھکڑ) اور موسم کی خرابی کے باعث کبھی کبھی طیارے ہوا میں پھنس جاتے ہیں اور پرواز ناہموار ہوجاتی ہے اور کبھی کبھی حادثے بھی اس کی وجہ سے رونما ہوتے ہیں۔ عہد شباب میں مجھے فضائی سفر کا خوف کم لاحق ہوا کرتا تھا لیکن اب نہ جانے کیوں اکثر دل و دماغ دوران ہوائی سفر وسوسوں سے بھر جاتا ہے، بہرحال! ذکر واذکار اور کثرت درود تنجینا کے ورد کے باعث اطمینان حاصل ہوا، ویسے بھی ۳۷ ہزار فٹ آسمان کی بلندیوں پر ہواؤں کے جھکڑ میں یہ معمولی طیارہ حقیقت میں کیا وقعت رکھتا ہے؟ جہاز کو پہلے پہل اڑن کھٹولہ بھی کہا جاتا تھا اور واقعی کھٹولے کی حیثیت ہی کیا ہے؟ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے ساتھ سمندری اور ہوائی جہاز اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتوں کے ساتھ تھامے رکھے ہیں، تمام راستے میں جہاز کی لائٹس بھی نہیں جلائی گئیں اور نہ ہی کوئی دوسری سروس وغیرہ فراہم کی گئیں کیونکہ پرواز خطرناک صورتحال سے دوچار تھی، اللہ اللہ کرکے اروکمی کا شہر نظر آیا، ماشاء اللہ! ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے دبئی یا یورپ کا کوئی بڑا چکاچوند روشنیوں والا شہر چین کے لالہ زاروں و پربتوں میں اتر آیا ہو۔

ایئرپورٹ پر وی آئی پی لاؤنج میزبانوں سے بھرا ہوا تھا، اروکمی شہر کے خوبصورت فائیو سٹار ہوٹل میں ہمارا قیام تھا۔ رات تین بجے بڑی مشکلوں سے ہم سوئے اور علی الصبح ۱۸؍جولائی کو ہم دوبارہ اروکمی کے مصروف ترین شیڈول کے لئے تیار کردیئے گئے، اس سے قبل ۲۰۱۹ء میں جاپان کا ایک ہفتے کا ٹور بھی کچھ اسی قسم کا تھا لیکن اس میں پھر بھی چند گھنٹے آرام وسکون مل جاتا تھا لیکن چائنیز نے ہمیں سانس لینے کا بھی وقت نہیں دیا، خود تو وہ بہت مستعد اور برق رفتار ہیں، ادھر ہم جیسے پاکستانی سست لوگوں کو بھی انہوں نے اپنی طرح سمجھ لیا تھا۔ برادرم اسرار صاحب از راہ تفنن کہا کرتے تھے کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہ اس قدر مصروف ترین اور سخت دورہ ہوگا تو میں آپ لوگوں کو جہاز میں سوار کرکے خود کھسک جاتا، ہم لوگ تو پھر بھی آدھے جوان اور آدھے ادھیڑ عمر کے تھے لیکن ہمارے وفد کے سربراہ جناب ڈاکٹر قبلہ ایاز صاحب جو ستر برس سے زائد عمر کے ہیں انہوں نے ماشاء اللہ! بڑی ہمت اور صبر بلکہ جوانمردی کا مظاہرہ کیا ہے کہ مروّت میں ہر جگہ سب سے پہلے ان کے ہمراہ چلتے پھر تقریریں کرتے

اور پروٹوکول اور وفد کی سربراہی کا بھرپور خیال رکھا۔خصوصاً دیوار چین کی چڑھائیوں اور پہاڑوں پر آپ کے حوصلے کو دیکھ کر میں نے بہت کچھ ان سے سیکھا۔

## شرکائے سفر کا تعارف

محترم ڈاکٹر قبلہ ایاز صاحب مدظلہ علم وعمل ،سنجیدگی، متانت،استحضار،معاملہ فہمی اور دیگر اخلاق حسنہ کا جیتا جاگتا نمونہ ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کا سایہ ہمارے سر پر دراز رکھے۔چلتے چلتے اپنے وفد کے دیگر دوستوں کا تعارف بھی کراتا چلوں،حضرت مولانا محمد طیب طاہری صاحب (امیر اشاعت التوحید پاکستان ) کو اللہ تعالیٰ نے بہت زیادہ ذہانت اور متعدد خوبیوں وصلاحیتوں سے نوازا ہے،علمی قابلیت اور جاہ ومرتبہ کے باوجود سفر میں آپ کی متواضعانہ عادتیں اور باغ و بہار شخصیت کے پہلو ہم پر کھلے،اگر مولانا ہمارے ساتھ سفر میں نہ ہوتے تو یہ مشکل اور مصروف ترین سفر ہمارے لئے بہت خشک اور بھاری ہوتا،آپ نے ہروقت علمی وادبی لطائف وظرائف کے ذریعے ہماری مرجھائی اور تھکی ہوئی طبیعتوں کو بحال رکھا،ماشاء اللہ آپ خوش لباس اور خوش خوراک بھی ہیں،آپ کا سفری بیگ ہمارے لئے عمروعیار کی ''زنبیل'' ثابت ہوا،ہر وقت مختلف خوراکوں،چاکلیٹس ،ڈرائی فروٹس اور کے پی کے کی علاقائی ڈشیں عنذاخی،پنجیری ،شامی کباب ،سیخ کباب وغیرہ آپ شرکائے سفر میں تقسیم کرتے رہتے جو آپ اپنے ساتھ پاکستان سے لائے تھے۔آپ مرنج مرنجاں شخصیت کے مالک ہیں البتہ آپ کے شاگردوں اور مریدین کے متعلق بعض یاردوست یہ کہتے ہیں کہ ان کے مزاجوں میں قدرے جوشیلا پن اور خشک مزاجی پائی جاتی ہے لیکن امیر صاحب خود حلقہ یاراں میں بریشم کی طرح نرم ونازک اور رُخ خنداں لئے ہوتے ہیں،اسی طرح حضرت مولانا فضل علی حقانی صاحب بھی باکمال علمی وروحانی شخصیت ہیں،اللہ تعالیٰ نے انہیں جوانی سے ہی سلوک واحسان کی عظیم دولتوں سے نوازا ہے،سنجیدگی ،متانت اوروقار آپ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے،قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہ کے خصوصی قابل اعتماد اور وفادار ساتھیوں میں سے ہیں،آپ میرے بھی خصوصی مشفق ومہربان دوست و ہمدرد ہیں،استادمحترم اور میرے محسن و مربی حضرت مولانا محمد ابراہیم فانیؒ کی وجہ سے آپ سے بہت پرانی دوستی اور رشتہ عقیدت ومحبت ہے۔اسی طرح برادرمکرم قاضی آصف لقمان صاحب بھی ہمارے سفر کے اہم رکن تھے،مرحوم ومغفور آئیڈیل شخصیت حضرت قاضی حسین احمد صاحبؒ کے بڑے باکمال فرزند ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اعلیٰ تعلیمی صلاحیتوں اور ذہانت سے خوب خوب نوازا ہے،سارے راستوں میں انگلش ترجمانی کے فرائض آپ نے سرانجام دیئے،حضرت قاضی

صاحب مرحوم کو فارسی ادب اور خصوصاً علامہ اقبالؒ سے والہانہ عشق تھا، آپ کی تقریروں میں کلام اقبال اور فارسی اشعار ہوا کرتے تھے تو وہ ذوق برادرم آصف لقمان صاحب کو بھی منتقل ہوا ہے، امریکہ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والے آصف لقمان صاحب کو فارسی وعربی زبان پر بھی عبور حاصل ہے، اللہ تعالیٰ نے انہیں انکساری اور اعلیٰ اخلاق سے نوازا ہے، آپ کے ہمراہ ڈاکٹر عطاء الرحمٰن صاحب بھی تھے جن کے علم وفضل اور ٹھوس تقریروں سے ایم ایم اے دور میں قومی اسمبلی کا ایوان گونجتا تھا، آپ بھی اپنے عظیم والد حضرت مولانا گوہر رحمانؒ کی کامل کاپی ہیں، آپ نے مجھے بہت عزتوں سے نوازا۔ اسی طرح برادر مکرم حضرت مولانا سید محمد یوسف شاہ صاحب تو ہمیشہ سے ہمارے اسفار کے ساتھی رہے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک ہے کہ سفر میں انسان کی اصلیت آشکارا ہوجاتی ہے تو گزشتہ چالیس برس کے اسفار میں مولانا سید یوسف شاہ صاحب ہمیشہ سب کی خدمت میں پیش پیش ہوتے ہیں اور دوران سفر سب کی ہنسی مذاق کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہیں اور دوران سفر آپ نے بھی سب کا بہت خیال رکھا۔ اسی طرح صاحبزادہ سلطان احمد علی صاحب بہت ہی باذوق شائستہ اور نستعلیق شخصیت کے مالک ہیں، ہر بات میں نکتہ آفرینی، نکتہ سنجی اور ادبی پہلو اجاگر کرنا ان کا خاص ذوق ہے، ملک کی بہت بڑی روحانی وعلمی گدی حضرت سلطان باھوؒ کے قابل فخر اولاد میں سے ہیں، اس کے علاوہ آپ ''تنظیم العارفین'' اور پاکستان کے معروف تھنک ٹینکس مسلم انسٹیوٹ کے سرپرست اعلیٰ اور روح رواں بھی ہیں، سفر میں پیروں والی روایتی سخاوت سے کام لیتے رہے، آپ پیری فقیری کے ساتھ ساتھ ماشاء اللہ خاندانی نواب بھی ہیں لیکن تواضع اور فقیری نوابی پر غالب تھی، باقی برادرم محمد اسرار مدنی صاحب کے کیا کہئے! اللہ تعالیٰ نے انہیں چھوٹی عمر میں جتنا نوازا ہے اسکی مثال بہت کم دیکھنے کو ملتی ہے، اسلامی علوم وفنون کے ساتھ عصری تعلیم بھی اعلیٰ اعزازات کیساتھ حاصل کی ہے اور ذہانت وفطانت ایسی ہے کہ امریکہ، چائنا، برطانیہ اور پاکستانی بیوروکریسی، فوجی جرنیلز اور دنیا بھر کے اسکالرز کے ساتھ آپ اپنے ادارے انٹرنیشنل ریسرچ کونسل برائے مذہبی امور (IRCRA) کے ذریعے مختلف فورمز پر علمی، تحقیقی پراجیکٹس پر کام کرتے ہیں، آپ میرے ساتھ کافی عرصہ ماہنامہ ''الحق'' میں نائب مدیر بھی رہے ہیں اور حضرت والد صاحب مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے علمی کاموں میں ان کے دست راست بھی اور منظور نظر بھی، گوکہ دارالعلوم حقانیہ سے چلے گئے ہیں لیکن جامعہ سے محبت ان کے رگ وریشے میں اب تک ہرجگہ نظر آتی ہے، خطے میں مذہبی سفارتکاری (Religious Diplomacy) کے ذریعے چائنیز ایمبیسی کے ساتھ آپ مسلسل رابطے میں رہے ہیں،

وفد کی تشکیل و ترتیب بھی اسی مذہبی سفارت کاری کی بنیاد پر کی گئی تھی ،اس سلسلے میں جناب ڈاکٹر قبلہ ایاز صاحب کا کردار بھی بڑا کلیدی اور اہم ہے۔آپ دونوں حضرات کی دلچسپی اور تعاون سے چین جیسی لامذہب ریاست میں علماء کا جانا اور وہاں مسلمانوں کے لئے لابنگ کرنا انتہائی مشکل مرحلہ تھا۔ برادرم اسرار صاحب دوران سفر رپورٹنگ،فوٹوگرافی اور ہر طرح کی خدمت میں بھی ہمیشہ پیش پیش رہتے۔ آپ عاجزی ، بے نفسی اور ذہانت کا ایک حسین مرقع ہیں،اسی طرح مولانا تحمید جان صاحب بھی بہت باصلاحیت اور کمالات سے بھرپور نوجوان عالم دین ہیں، جامعہ حقانیہ کے علاوہ جامعۃ الازہر سے بھی آپ نے فیض حاصل کیا ہے، مولانا اسرار صاحب کے ساتھ ان کے ادارے میں کام کرتے ہیں اور اپنی صلاحیتوں کی بناء پر تھوڑے ہی عرصے میں سب کو اپنا گرویدہ بنالیا ہے۔وفد میں تحمید جان صاحب سب سے کم عمر تھے اسی لئے انہوں نے بہت زیادہ خدمت کی اور پاک چین دوستی کو پروان چڑھانے میں بنیادی کردار ادا کیا۔

## اروملی شہر کا محل وقوع اور تاریخ

اروملی شمال مغربی چین، سنکیانگ کا مرکزی حصہ ہے، یہ سنکیانگ کا سیاسی، اقتصادی، ثقافتی سائنسی، تعلیمی اور انتظامی سرگرمیوں کا مرکز اور صوبائی دارالخلافہ ہے ،دنیا بھر کے شہروں میں یہ سب سے زیادہ سمندر سے دور شہر ہے اور اسے کسی وقت میں ''ایشیا کے دل کا دارالحکومت'' کا نام بھی کبھی دیا گیا تھا۔ یہ قازقستان کی سرحد کے قریب تیل کی دولت سے مالا مال خطے کا صنعتی وثقافتی مرکز ہے، یہ شہر زرخیز نخلستان اور قدیم شاہراہ ریشم کے سنگم پر واقع ہے ،وسط ایشیا میں ایک اہم حیثیت کا حامل رہا ہے۔ ہان ۲۰۶ قبل مسیح ۲۲۰ اور تانگ خاندانوں (۶۱۸۔۹۰۷) کی حکومتوں کے بعد یہاں مسلمانوں نے آٹھویں صدی میں قدم رکھا اور ۱۷۶۰ء میں مشرقی ترکستان پر چینی قبضے تک یہاں مسلمانوں کی حکومت رہی۔۱۸۸۴ء میں شہر کو نو تشکیل شدہ صوبہ سنکیانگ کا دار الحکومت بنایا گیا۔۱۷۶۳ء کے بعد سے اس کا باضابطہ چینی نام ''دیکھوا'' تھا لیکن ۱۹۵۴ء میں اسے ''اروچی'' کا نام دیا گیا جو عام طور پر معروف تھا۔ ۱۹۵۵ء میں اسے سنکیانگ اویغور خودمختار علاقے کا دار الحکومت بنایا گیا۔ ۱۹۵۵ء میں تیل کے ذخائر کی دریافت کے بعد یہاں بڑے پیمانے پر صنعتی ترقی ہوئی ہے۔

۱۸/جولائی کو علی الصبح تیار ہونے کے بعد ناشتہ سے فارغ ہوئے تو ہوٹل کے مرکزی میٹنگ ہال میں ہمیں لے جایا گیا اور وہاں پر کمیونسٹ پارٹی کے مرکزی سیکرٹری جنرل آف چائنا گورنر ودیگر

اعلیٰ حکام استقبال کے لئے کھڑے تھے اور مسلمانوں کا نمائندہ بھی ان کے ہمراہ تھا، دونوں جانب سے خیرمقدمی تقاریر کی گئیں اور دوستوں کا تعارف کرایا گیا، چائنا میں کمیونسٹ پارٹی کے پاس اقتدار ابتداء ہی سے ہے اور یہ بہت پاورفل سیاسی جماعت ہے۔ اس کا سیکرٹری جنرل بھی بہت اہمیت کا حامل شخص ہوتا ہے، گورنر صاحب ان کی طاقت و احترام کے سامنے دسویں حصے میں بھی نہیں پہنچ سکتے، سیکرٹری جنرل کی تقریر بہت اہم ہے اس کا ترجمہ کراکے ''الحق'' کی کسی اشاعت میں شائع کی جائے گی، ڈھائی تین گھنٹے کی میٹنگ کے بعد ہم لوگ شہر کی طرف چل دیئے، جہاں ایک یونیورسٹی میں ہمیں لے جایا گیا اور اس کے مختلف شعبہ جات کا وزٹ کرایا گیا۔ دوپہر کا وقت ہو چکا تھا ہم سب بڑی بے چینی کے ساتھ سنکیانگ کے سب سے بڑے دینی تعلیمی ادارے کو دیکھنے کے لئے بیتاب تھے۔

## چین میں دینی مدرسے کا دورہ

اسلامک انسٹیٹیوٹ (اروچی) کی مسجد میں سنکیانگ ایغور خوداختیار علاقے کے اسلامی ایسوسی ایشن کے صدر اور سنکیانگ اسلامک انسٹیٹیوٹ کے سربراہ شیخ عبدالرقیب الازہری نے پاکستانی علمائے کرام کے وفد کو اپنے انسٹیٹیوٹ میں آنے کی دعوت دی چنانچہ وفد مقررہ وقت پر وہاں پہنچا تو ہمیں یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کہ یہ یورپ اور دیگر مغربی ممالک میں چھوٹے سے رقبے پر بنے انسٹیٹیوٹ کی طرح نہیں تھا بلکہ یہاں تو ماشاء اللہ بہت بڑی وسیع وعریض جدید حسین جاذب نظر مسجد اور دیگر بڑی بڑی عمارتیں کھڑی تھیں، مسجد کے اندر جا کر امام صاحب نے تفصیل سے مسجد اور اسلامک انسٹیٹیوٹ یعنی مدرسہ کے متعلق بریفنگ دی، انہوں نے بتایا کہ یہ ادارہ حکومت کمیونسٹ پارٹی اور مقامی مسلمانوں کے تعاون سے بنایا گیا ہے، نیز یہاں پر طلباء کو ماہانہ بنیادوں پر وظائف بھی حکومت فراہم کرتی ہے۔ اس مدرسے میں دوسالہ، پانچ سالہ اور تین ماہ پر مشتمل کورسز بھی کروائے جاتے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ چینی حکومت کے ذریعے اعلیٰ دینی تعلیم کے حصول کے لئے جامعۃ الازہر مصر اور عالم اسلام کی اعلیٰ یونیورسٹیوں میں جاتے رہتے ہیں۔ خود میرے ساتھ بھی جامعۃ الازہر (مصر) میں ۱۹۹۶ء میں متعدد چینی طلباء وہاں پڑھ رہے تھے۔

صوبہ سنکیانگ اور اس کے شہروں کاشغر، اروکی وغیرہ میں مسلمانوں کو نماز پڑھنے، شادی بیاہ، جنازہ اور دیگر سماجی و معاشرتی رسومات وعبادات ادا کرنے کی آزادی حاصل ہے، البتہ انتہاء پسندی یا دیگر چینی قوانین کے خلاف سرگرمیوں کو اکثریتی مسلمان بھی پسند نہیں کرتے۔ بہرحال!

بریفنگ کے بعد ہمیں مسجد کا تفصیلی دورہ کرایا گیا، مسجد کا اندرونی ہال بہت ہی خوبصورت اور منفرد طرز تعمیر سے بنا تھا، یہاں سے ہمیں بذریعہ لفٹ ملحقہ عمارت لے جایا گیا، مدرسہ کے برآمدے صفائی و تزئین وآرائش پاکستان کی بڑی پرائیویٹ یونیورسٹیوں سے بھی زیادہ خوبصورت تھے، ہمیں وہاں مرکزی لائبریری لے جایا گیا جہاں قرآن و حدیث، فقہ اور دیگر اسلامی علوم وفنون سے وابستہ ہزاروں کتابوں سے مزین الماریاں بھری ہوئی تھیں، لائبریری جدید طرز تعمیر پر بنی ہوئی تھی، کچھ دیر کتابوں کی ورق گردانی کا موقع ملا، اس کے بعد مدرسے کی کلاسوں میں جانا ہوا جہاں پر قرآن کا درس ہورہا تھا، غالباً تجوید وقراءت کی کلاس تھی، بورڈ پر سورۂ رحمٰن کی آیات کا ترجمہ عربی مقامی زبان ایغور اور چینی زبان میں بھی لکھا ہوا تھا، مسلم طلباء کلاس میں بہت ڈسپلن سے بیٹھے ہوئے تھے، میں نے مہتمم صاحب سے گزارش کی کہ آپ کے طلباء ہمیں قرآن کی تلاوت یک زبان ہوکر سنائیں تاکہ ہمیں قرآن سننے کی سعادت حاصل ہو اور ان کا طرز لب ولہجہ بھی معلوم ہوسکے لہٰذا طلباء نے اجتماعی طور پر سورہ رحمٰن کی تلاوت شروع کی تو ماشاء اللہ! قرآن کی خوبصورت تلاوت اور اجتماعی آوازوں سے وہاں ایک سماں بندھ گیا، لامذہب چین میں قرآن کی تلاوت کے سوز وساز نے دل و دماغ کو وہ فرحت وتازگی بخشی جو بیان سے باہر ہے، یہ قرآن کا اعجاز ہے کہ جو بھی اسے سنتا ہے اس کے اوپر ایک خاص اثر ہوتا ہے، اس کا فوری اثر میں نے چینی حکام اور افسران کے چہروں پر بھی محسوس کرلیا تھا، اللہ تعالیٰ تمام چین کو اسلام کی دعوت اور روشنی سے منور فرمائے (آمین) نیز مہتمم صاحب نے بتایا کہ یہاں ایک ہزار کے قریب طلباء کو پڑھایا جاتا ہے، گوکہ اس وقت ہم نے یہاں تین سو کے لگ بھگ طلباء دیکھے، انہوں نے بتایا کہ کورونا کے بعد اب تک تعلیمی ادارے مکمل ٹریک پر نہیں آئے، ان کا میس (Mess) اور خوبصورت ڈائننگ ہال بہت ہی ہائی اسٹینڈرڈ کا بنا ہوا تھا، امام صاحب نے ہمیں بتایا کہ سنکیانگ کے مختلف علاقوں میں دیگر آٹھ شاخیں اس ادارے کے ساتھ منسلک ہیں، یہاں پر قرآن وحدیث اور دیگر جدید علوم وفنون کی تعلیم دی جاتی ہے، امام صاحب بہت خوش مزاج انسان تھے، آپ جامعۃ الازہر سے فارغ ہیں، میں نے انہیں بتایا کہ میں نے بھی جامعۃ الازہر سے پڑھا ہے تو مہتمم صاحب نے مجھے خوشی سے دوبارہ گلے لگایا اور عربی میں بے تکلف گفتگو شروع کی، مدرسہ کے وزٹ کے بعد ڈائننگ ہال میں ایک بہترین ظہرانے کا انتظام کیا گیا تھا، اسکے بعد ہم نے وہاں سے رخصت لی اور امام صاحب کو پاکستان اور جامعہ حقانیہ تشریف آوری کی دعوت بھی دی جو انہوں نے قبول کرلی۔

## اروملی کے تاریخی گرینڈ بازار کا وزٹ

۱۸/جولائی ہمارے وزٹ کا چین میں آخری دن تھا، آج کا شیڈول بھی حسب سابق بہت زیادہ مصروف اور ٹائٹ رکھا گیا تھا، ہم سب نے اپنے چینی میزبانوں سے کہا کہ ہمیں کچھ وقت بازار میں خریداری کے لئے بھی دیں کیونکہ دنیا بھر کو چین سے سوغاتیں، کپڑے اور دیگر ضروریات زندگی فراہم کررہا ہے، چین کو دنیا کی فیکٹری کہا جاتا ہے، یہ عالمی دنیا میں سب سے بڑی تجارتی منڈی بھی ہے تو اس لئے بچے وغیرہ اس امید پر ہرروز ''وی چیٹ'' ایپ کے ذریعے ہم سے فرمائشوں پرفرمائشیں کررہے تھے کہ آپ لوگ چین گئے ہیں تو وہاں سے کم سے کم تو ''ایک آدھ جہاز تو بھر کے'' لانا ہے۔ بہرحال! میزبانوں نے ہم پر رحم کیا اور کچھ دیر کیلئے ایک تاریخی بازار لے گئے جہاں پہ بدقسمتی سے ہمارے کام کی کوئی چیز بھی موجود نہیں تھی، صرف ڈرائی فروٹس، قالینوں اور چینی روایتی کپڑوں کی دکانیں تھیں، ہمارے ذہن میں تو بڑے شاپنگ مالز اور نئی جدید مارکیٹس کا تصور تھا، اس لئے اکثر شرکائے وفد نے ونڈو شاپنگ پر ہی اکتفا کیا...... ع بازار سے گزرا ہوں خریدار نہیں ہوں

بہرحال! بازار میں سنکیانگ کے مسلمان ہمیں اپنے درمیان پاکر بہت خوش دکھائی دے رہے تھے اور کئی نوجوان لڑکے بچے ہمارے اردگرد اکھٹے ہورہے تھے اور ہاتھ ملا کر اپنے جذبات اور خوشی کا اظہار کررہے تھے، اکثر لوگ ہمارے ساتھ تصاویر بھی بنوارہے تھے، بازار میں بہت زیادہ رونق اور گہما گہمی تھی، لوگ اور دکاندار دونوں خوشحال نظر آرہے تھے، اشیاء کی قیمتیں وہاں کے لحاظ سے نارمل تھیں لیکن ہمارے لئے بہت زیادہ مہنگی تھیں کیونکہ ان دنوں چائنیز کرنسی ایک یوآن پاکستانی روپے میں بیالیس تینتالیس روپے کا بن رہا تھا اس لئے ہر چیز ہزاروں پاکستانی روپے میں ہمیں پڑرہی تھی لہٰذا بھاری پتھر سمجھ کر بغیر چومے ہی ہم آگے نکل گئے، بازار میں ہرجگہ ایغور نوجوانوں اور خواتین کی تعداد زیادہ تھی، وسط ایشیائی ممالک تاجکستان، ازبکستان، آذربائیجان کے لوگ اپنے حسن و جمال میں معروف ہیں لہٰذا کاشغر، آکسو اور اروملی کی مردم خیز زمین بھی اسی وسط ایشیاء سے منسلک ہے تو یہاں پر بھی چین کی دیگر اقوام سے زیادہ لوگوں میں حسن و جمال پایا جاتا ہے۔ چین و جاپان کے لوگ سفید ضرور ہوتے ہیں لیکن برصغیر میں حسن و جمال کے جو ترازو اور ظروف شاعروں نے مقرر کئے ہیں ان میں یہ پورے نہیں اترتے کیونکہ سنکیانگ الگ قوم اور الگ خطہ ہے لہٰذا یہاں کے لوگوں میں حلاوت، چاشنی اور جاذبیت پائی جاتی ہے، پاکستان و ہندوستان کے روایتی علاقائی قصے کہانیوں میں

چائنیز پریوں کے دیو مالائی قصے مشہور ہیں لیکن خدا جانے یہ برصغیر میں کیونکر معروف ہوئے؟ ہمیں تو چین میں چائنیز لوگ بس انسانی گول مٹول روبوٹ ہی نظر آئے، چین کی تمام عورتیں زلف کے پیچ وخم سے آزاد ہیں، انہوں نے اپنے بالوں کو لڑکوں کے بالوں سے بھی زیادہ چھوٹا کر رکھا ہے......

اے شوخ پری پیکر اے دلبر چینائی
مدہوش تو ام جاناں از بس کہ تو زیبائی

شاعر کا دلفریب تخیل صرف شعر کی لائنوں تک ہی محدود ہے، خارج اور نفس الامر میں اس کا مصداق ڈیڑھ ارب آبادی والے ملک میں خال خال ہی نظر آتا ہے، اس لحاظ سے چین کشت ویراں ہے وللناس فیما یعشقون مذاهب ۔

بہرحال! یہ چند جملے اُن دیرینہ احباب کے لئے ہیں جو ہمارے روداد سفر میں بار بار کسی ادبی چٹکلے، چاشنی یا کتابی چہرے کی تعریف کے منتظر ہیں تو اُن احباب کے لئے گزارش یہ ہے کہ سرزمین چین میں فطرت اور نقاش اول نے پہاڑ، چشمے، سبزہ گل موج و دریا انجم و خورشید و ماہ اور قدرتی مناظر کے خم کے خم انڈیل دیئے ہیں لیکن انسانی حسن و جمال کے سانچے عرب، ایران، پاکستان، ہندوستان اور وسط ایشیاء کی نم ومردم خیز سرزمین کے لئے مختص کر دیئے ہیں، امیر خسرو نے برصغیر کے ظاہری ومعنوی حسن و جمال کے متعلق کیا ہی خوب لکھا ہے......

اگر فردوس برروئے زمین است
ہمیں است و ہمیں است و ہمیں است

## دارالعلوم حقانیہ اور چینی مسلمانوں کا دیرینہ تعلق: حضرت والد شہیدؒ کے اسفار چین

راقم چین کا سفرنامہ لکھ رہا تھا تو اس دوران ماہنامہ ''الحق'' کا پرانا ریکارڈ بھی چیک کیا تو یہ دیکھ کر بے حد مسرت ہوئی کہ اُس وقت حضرت والد صاحب شہیدؒ کے سفر چین کی واپسی پر انہیں مختلف مشاہیرو بزرگوں نے مبارکباد کے خطوط و پیغامات بھیجے تھے، اس دوران کچھ اور کارآمد مواد بھی چین کے متعلق مل گیا، اسی طرح ۷۰۔۸۰ صفحات پر مشتمل حضرت والد صاحبؒ کے ہاتھ کا لکھا ہوا سفرنامہ چین بھی ریکارڈ میں مل گیا لیکن بدقسمتی سے نصف صدی گزرنے کے بعد اس سے استفادہ ممکن نہ ہوسکا، ایک تو یہ متفرق نکات کی صورت میں تھا، دوسرا کاغذ بھی پرانا ہو چکا ہے، تیسرا یہ کہ کئی صفحات پر بارش کا پانی گرنے کی وجہ سے سیاہی پھیل گئی ہے، کاش! کہ یہ اس وقت مرتب ہوکر ''الحق'' میں شائع

ہو جاتا تو یہ ایک بھرپور ادبی شہ پارہ ہوتا......

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پر دم نکلے
بہت نکلے مرے ارماں مگر پھر بھی بہت کم نکلے

بہرحال ! یہاں کچھ پرانی تاریخی دستاویز شامل کررہا ہوں تاکہ قصہ پارینہ کو نئی تازگی ملے ،دارالعلوم حقانیہ اور چینی مسلمانوں کا تعلق کا یہ سلسلہ تقریباً پچاس سال پر محیط ہے،حضرت والد مولانا سمیع الحق شہیدؒ پہلی مرتبہ ۱۹۸۰ء میں چین تشریف لے گئے تھے،اس کے بعد چینی مسلمانوں کی دارالعلوم آمد ہوئی اور حضرت والد صاحبؒ دوبارہ ۱۹۹۵ء میں چین تشریف لے گئے ،اس حوالے سے کچھ اہم تحریرات وخطابات نذر قارئین ہیں۔

---

## حضرت مولانا سمیع الحق صاحبؒ کا نومبر ۱۹۷۱ء میں چین پر لکھا گیا اداریہ

''چین کو بالآخر فتح ہوئی اور امریکہ کو شکست ماننی پڑی، یہ ایشیائی اقوام کی جیت ہے، چین یہاں کے مظلوم اور ستم رسیدہ اقوام کا سہارا ہے مگر ہمیں ڈر ہے کہ مغربی سامراج کا یہ حریف حلیف بن جانے کے بعد اپنے مثالی کردار کو چھوڑ نہ بیٹھے الکفر ملة واحدة کی بناء پر رشتہ وحدت پہلے سے موجود ہے، لوگ امریکہ اور چین کے قرب وتعلق پر خوش ہورہے ہیں لیکن ہم چین کو نہایت مضبوط مگر مغربی سازشوں سے بہت دور دیکھنا چاہتے ہیں کہ ان سے عداوت ہی میں چین کی بھلائی ہے اور ایشیائی اقوام کی بھی، ہماری دعا ہے کہ چین اس امریکی دام زرین کی فریب کاریوں میں نہ آئے جس سے سمندر کی مچھلیاں اور فضاؤں کے پرندے بھی الامان و الاحفیظ کہہ کر پناہ مانگتے ہیں۔'' (الحق:نومبر ۱۹۷۱)

---

مولانا سمیع الحق صاحب جو عوامی جمہوریہ چین کی دعوت پر ایک وفد میں ۴/اگست کو چین کے سفر پر گئے تھے ، پیکنگ ،سنکیانگ ،شنگھائی، کنٹین کا کامیاب اور معلومات آفریں دورہ کرنے کے بعد ۱۹/اگست کو بخیر وعافیت واپس ہوگئے، آپ نے دور دراز علاقوں میں مسلمانوں کے حالات کا مطالعہ کیا ،اس اہم سفر کو دارالعلوم حقانیہ اپنے لئے موجب فخر واعزاز سمجھتا ہے اور دارالعلوم کے حلقوں اور قارئین ''الحق'' پر بڑی مسرت کا اظہار کیا جارہا ہے۔ (''الحق'' ستمبر:۱۹۸۰ء)

---

## مدیر ''الحق'' کے پہلے سفر چین پر اس وقت کے معاصر علماء کے تاثرات

(۱) خدا کرے کہ مولانا سمیع الحق صاحب چین کے دورے سے بعافیت اور کامیاب لوٹے ہوں، اللہ تعالیٰ افضل جہاد پر عمل کی توفیق سے نوازے۔ مولانا رشید الدین (مراد آباد، انڈیا)

(۲) چین کے اس عظیم اعزازی سفر پر جانے پھر بخیر وخوبی وکامیاب بامراد واپسی پر مبارکباد قبول کیجئے ہم آپ کے اس طرح کے اسفار پر خوش ہوئے اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔

مولانا لطافت الرحمٰن (بہاولپور یونیورسٹی)

(۳) آپ کے دورہ چین جملہ حقانی فضلاء کیلئے مسرت کا پیغام ہے، مبارکباد قبول کیجئے۔

مولانا سید نصیب علی شاہ بخاری (بنوں، فاضل حقانیہ)

(۴) چین کا سفرنامہ ضرور تحریر کیجئے، ابھی تک کسی نے دینی رنگ میں چین کے تاثرات بیان نہیں کئے، سفرنامہ ہند بھی آپ نے نہ لکھا جو ضروری تھا۔ طلعت محمود (راولپنڈی)

---

## چینی مسلمانوں کی دارالعلوم حقانیہ آمد اور مولانا عبدالحقؒ کا خیر مقدم اور خطاب

۱۳۔اکتوبر ۱۹۸۲ء: چینی مسلمانوں کا ایک وفد جو فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد پاکستان آیا ہے، پروگرام کے مطابق دارالعلوم حقانیہ بھی تشریف لایا، حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق دامت برکاتہم اس وقت ترمذی شریف کا درس دے رہے تھے، وفد کے ارکان پہنچنے کے بعد والہانہ طور پر سیدھے دار الحدیث میں تشریف لے گئے اور حضرت کے درس حدیث میں شرکت کی سعادت حاصل کی، درس حدیث سے فراغت کے بعد مہمانوں نے حضرت مولانا عبدالحق مدظلہ سے پرتپاک مصافحہ کیا، اس کے بعد دارالعلوم کی طرف سے استقبالیہ تقریب منعقد ہوئی جس میں اساتذہ اور طلبہ نے بھی شرکت کی، حضرت عبدالحق مدظلہ نے اس موقع پر اپنے استقبالیہ کلمات پیش کئے:

''آج یہ ساعت نہایت خوشی، مسرت اور شادمانی کی ہے کہ اس ملک (چین) سے جس کے بارے میں اطلبو العلم ولو کان بالصین کہا گیا ہے کے معزز علماء اور مسلمان جامعہ حقانیہ تشریف لائے ہیں، چین جیسا وسیع اور بڑا ملک پاکستان کے ساتھ بہترین ومضبوط تعلقات اور حد سے زیادہ دوستی ومحبت کے رشتہ میں منسلک ہے، یہی وجہ ہے کہ میں نے آپ جیسے قابل، لائق تعظیم اور اہل

علم حضرات کو یہاں مدعو کیا ہے کہ آپ سے ملاقات ہو اور آپ کی چین میں دینی و معاشرتی زندگی کے بارے میں ہمیں آگاہی ہو، ہم آپ حضرات کے حالات معلوم کرنے کے شدید خواہش مند تھے، اس ضمن میں دو سال قبل میرا بیٹا مولانا سمیع الحق بھی چین گئے تھے اور وہ مجھے مسلمانوں کے حالات اور تفصیلات سناتے رہے اور آپ لوگوں کے دور دراز علاقوں میں جا کر وہ بے حد خوش تھے، ہماری بھی حسرت تھی کہ ہم اپنے ان بھائیوں کو دیکھیں اور ملاقات کریں تو آپ حضرات کا ہم پر حد سے زیادہ احسان ہے کہ آپ نے ہمیں اپنے قدوم میمنت سے مشرف فرمایا، ہم آپ کی آمد کے بہت ہی شکرگزار اور ممنون ہیں، حضرت مدظلہ العالی نے افغانستان کی جنگ آزادی میں چین کے تعاون پر حکومت کو بیحد سراہا اور دعا فرمائی کہ پاک چین تعلقات اور بھی مضبوط ہوں، یہ وفد اور علماء کی یہ جماعت دین اور اسلام کی حفاظت کیلئے وہاں جا کر دین اسلام کی اشاعت کرے اور چینی مسلمانوں کو نشاۃ ثانیہ نصیب ہو اور بہتر سے بہتر طریقے پر وہ مذہب اسلام پر کاربند رہ سکیں''

چینی وفد کے قائد جناب عبدالرحیم لتیب نے جوابی تقریر میں حضرت کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا:

''ہمیں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب اور موجودہ تمام طلبہ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی، دارالعلوم دیکھ کر ہم بہت متاثر ہوئے، ہم مولانا کی پر جوش دوستانہ تقریر کا شکریہ ادا کرتے ہیں ہم آپ سے یہاں سیکھنے آئے ہیں، ہم مدرسہ دیکھیں گے، آپ کو دیکھیں گے اور آپ سے سیکھیں گے، چین اور پاکستان خاص کر مسلمانوں کی دوستی مضبوط اور اٹل ہے جو کافی عرصہ سے چلی آتی ہے اور ان شاء اللہ روز بروز بڑھتی جائے گی۔''

اس کے بعد وفد نے دارالعلوم کے تمام شعبہ جات کو تفصیل سے دیکھا، کتب خانہ میں کتابیں بالخصوص قدیم قلمی نسخے دیکھ کر خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے رہے، وفد نے حضرت مدظلہ کو اپنے ملک چینی رسم الخط میں ایک قیمتی طغریٰ تحفہ پیش کیا، جسے دارالعلوم کے دفتر اہتمام میں آویزاں کر دیا گیا، چینی وفد کے قائد عبدالرحیم لتیب نے رائے بک میں اپنے تاثرات قلم بند فرمائے۔ (الحق: اکتوبر ۱۹۸۲ء)

# چینی سفراء کی تنظیم کے وفد سے پارلیمنٹ ہاؤس میں مولانا سمیع الحق کا خطاب

## چین اسلام کے بارے میں مغربی پروپیگنڈہ میں نہ آئے

(ماہنامہ ''الحق'' دسمبر ۲۰۰۵ء)

سینٹ آف پاکستان کی قائمہ کمیٹی برائے امورِ خارجہ کا اجلاس ۵ دسمبر ۲۰۰۵ء کو پارلیمنٹ ہاؤس میں منعقد ہوا، کمیٹی کے اس اجلاس میں چین کے سابقہ سفراء نے ارکانِ کمیٹی سے تبادلہ خیال کیا، دیگر سینیٹرز کی طرح مولانا سمیع الحق صاحب بھی اس موقع پر موجود تھے، یہ اہم چینی وفد چین کے سابقہ سفیروں کی تنظیم کے معزز نمائندوں پر مشتمل تھا۔ اس وفد کی قیادت تنظیم کے صدر چائی فنگ نے کی، وہ اپنے وفد کے ہمراہ پاکستان تشریف لائے تھے۔

چینی وفد سے اظہارِ خیال کرتے ہوئے مولانا سمیع الحق نے کہا کہ پاک چین مثالی دوستی اس بات کا ثبوت ہے کہ سفیر ملکوں کے درمیان پل باندھنے میں مؤثر کردار ادا کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ وہ پہلی مرتبہ اگست ۱۹۸۰ء میں چین گئے تھے، جہاں انہوں نے سنکیانگ میں مسلمانوں کیساتھ خاصا وقت گزارا، ان کے اسلامی اداروں میں بھی گئے اور مسلمانوں کے نظام تعلیم، معاشرت اور طرز زندگی کا بغور مشاہدہ کیا، اور وہ چین کے دور دراز علاقوں میں بھی گئے جہاں مسلمان اسلام کے ذریں اصولوں کے تحت پرامن زندگی بسر کررہے تھے۔ پھر ۱۹۹۵ء میں انہیں ایک بار پھر جمہوریہ چین کو دیکھنے کا موقع ملا اور اس وقت کے صدرِ چین، یانگ ژمن کے ہمراہ ملاقاتیں کیں اور تبادلہ خیال کیا، مولانا سمیع الحق صاحب نے مسلم امہ کی طرف سے تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ دنیا کی کچھ بڑی طاقتیں پاک چین دوستی کو کمزور کرنا چاہتی ہیں اور اس رشتے کو کچھ خطرات درپیش ہیں، پاک چین دوستی دیوارِ چین کی طرح مضبوط اور عظیم ہے، روس اور افغانستان کے تختے الٹ جانے کے بعد کچھ مغربی طاقتیں اس تگ و دو میں مصروف ہیں کہ کسی نہ کسی سازش کے ذریعے ہماری لازوال دوستی کو زِک پہنچائی جائے، اسلام کے خلاف دہشت گردی کا حال ہی میں شروع کیا گیا پروپیگنڈا بھی اسی سازش کی ایک اہم کڑی ہے۔ ہم گزشتہ ایک ہزار سال سے دیکھ رہے ہیں کہ چین میں مسلمان خوشحالی اور امن کی زندگی بسر کررہے ہیں، مگر یہ مغربی سامراج مسلمانوں کو خوش نہیں دیکھ سکتا، پاکستانی بھی افغانستان کی طرح ایک ترقی پذیر قوم ہیں، مغرب نہ صرف ہمیں دباؤ میں رکھنا چاہتا ہے بلکہ ہمیں غلامی کی زنجیروں میں جکڑ کر رکھنا چاہتا ہے، انہوں نے چینی قیادت سے کہا کہ وہ اس پروپیگنڈے پر

کان نہ دھریں اور نہ ہی اس سازش کا شکار ہوں کیونکہ اسلامی ممالک خود مغربی دہشت گردی کا شکار ہیں، پوری مسلم امہ چین کی طرف سے دوستی اور اعتماد کی فضاء قائم رکھنے کی خواہشمند ہے کیونکہ چین ہمارا عظیم تر دوست ملک ہے، ہمیں یہ خدشہ لاحق ہے کہ کہیں چین اس پروپیگنڈے اور دہشتگردی کے الزام سے متاثر نہ ہو، انہوں نے چینی قیادت، چینی سفیروں اور چینی عوام سے پاک چین دوستی کی حفاظت کرنے کی استدعا کی۔ (الحق:دسمبر ۲۰۰۵ء)

---

ہے کہاں تمنا کا دوسرا قدم یا رب
ہم نے دشت امکاں کو ایک نقش پا پایا

## چین میں ماؤزے تنگ کا لانگ مارچ اور ثقافتی انقلاب

ماؤزے تنگ چین کی تحریک آزادی کے عظیم قائداور کمیونسٹ رہنما تھے،آپ چین کے صوبے ہونان کے ایک چھوٹے سے گاوں شاوشان میں پیدا ہوئے، آپ کے والد ایک غریب کسان تھے لیکن ماؤزے تنگ کو تعلیم، لکھنے پڑھنے اور سیاست سے گہرا شغف تھا،اسی لئے پڑھ لکھ کر عملی زندگی میں سیاست کی جانب مائل ہو گئے، روس،فرانس اور دیگر یورپی ممالک میں بھی ماؤزے تنگ گئے اور وہاں کے تمام نظاموں کو اس نے قریب سے دیکھا حتیٰ کہ ماؤ کی کچھ بڑھتی ہوئی سرگرمیاں دیکھ کر فرانس حکومت نے اس کو ملک سے نکالنے کا فرمان بھی جاری کیا، بہرحال! ماؤزے تنگ نے کسانوں اور ریڈ آرمی کے ذریعے اُس وقت کے حکمران چیانگ کائی شیک کی حکومت کے خلاف ایک صبر آزما، طویل اور بھرپور فکری و عملی جدوجہد لانگ مارچ کے ذریعے کی اور بالآخر اس کی حکومت کو ۱۹۴۹ء میں گرادیا اور اسی سال اکتوبر میں عوامی جمہوریہ چین کی بنیاد رکھ دی۔

عملی زندگی میں ماؤ زے تنگ اسسٹنٹ لائبریرین بنا، سکول کا استاد رہا، حتیٰ کہ کچھ عرصہ دھوبی بھی رہا، سپاہی ، ادیب ،صحافی بھی اور اس نے شاعری بھی کی، ان تمام شعبوں سے آپ نے تجربات حاصل کرکے ایک عظیم کامیاب انقلاب برپا کیا اور چینی قوم کو لازوال بنانے میں آپ کا بنیادی کردار رہا ہے، مجموعی لحاظ سے چیئرمین ماؤزے تنگ دنیا کے عظیم کامیاب اور متاثر کن رہنماؤں میں شمار ہوتے ہیں، آپ نے انقلاب کے بارے میں بہت اچھا جملہ لکھا ہے کہ ''انقلاب کسی ضیافت کے کھانے ،مضمون نگاری، فن مصوری یا کشیدہ کاری کا نام نہیں اگر تم جاننا چاہو تو انقلابی نظریہ اور

انقلابی طریقہ کیا ہوتا ہے تو پھر خود سیکھو اور کرو، اصلی علم براہ راست تجربے کے بغیر ممکن نہیں۔'' ماؤزے تنگ کی جدوجہد (لانگ مارچ، ثقافتی انقلاب) اس کی کامیابیوں اور ناکامیوں پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے لیکن وقت کی کمی کے باعث اس موضوع کو آئندہ پھر کبھی موضوع سخن بناؤں گا۔

چیئرمین ماؤزے تنگ کی زندگی کے آخری دور میں لوگ کیمونزم اور اس کی پالیسیوں سے عاجز آ گئے تھے اور وہ مایوسی کا شکار ہو گئے تھے لیکن اسکے مرنے کے بعد چینی قوم کی خوش قسمتی تھی کہ انہیں ایک تازہ دم حکمران اور ملٹری کمانڈر ''ڈینگ زیوفنگ'' (۱۹۷۶ء) رہنما ملے، جس نے موجودہ جدید چین کی تعمیر وترقی کی راہیں اپنی وسیع سوچ اور دور اندیشی کے باعث ہمیشہ کیلئے کھول دیں، اس نے ماؤزے تنگ کی پالیسیوں اور خصوصاً کیمونزم میں بنیادی اصلاحات کیں، زراعت، صنعت وتجارت ودیگر حکومتی اداروں میں انقلابی تبدیلیاں نافذ کیں جس سے چینیوں میں حیاتِ نولوٹ آئی۔ اسکے بعد گزشتہ پندرہ برس سے موجودہ چینی صدر شی جن پنگ کی صورت میں چین کو ایک ایسا باصلاحیت اور زبردست دوراندیش حکمران مل گیا ہے جسکی نئی کامیاب پالیسیوں کے باعث چین اب امریکہ کے برابر کھڑا ہو گیا ہے، اقتصادی اور عسکری قوت میں اب یہ امریکہ کا ہم پلہ گردانا جاتا ہے اور اگر صدر شی جن پنگ کا ون بیلیٹ ون روڈ کا منصوبہ بھی بروقت پایہ تکمیل تک پہنچ گیا تو چین موجودہ صدی کا تنہا سپر پاور بن جائے گا۔

## چین کا نظام تعلیم

اروملی شہر میں ہمیں یونیورسٹی بھی لے جایا گیا جہاں پر مختلف شعبہ جات دیکھنے کا موقع ملا، اس وقت دنیا میں تعلیم کا سب سے بڑا وسیع نظام اور نیٹ ورک بھی چین کا ہے، ایک محتاط اندازے کے مطابق بیس کروڑ طالب علم اس نظام کے تحت تعلیم حاصل کر رہے ہیں، ملک میں تعلیمی شرح خواندگی ۹۴ فیصد ہے، اور بہت جلد چین تعلیم میں سو فیصد کا ٹارگٹ حاصل کر لے گا، صرف یورپ، امریکہ اور دیگر ترقی یافتہ ممالک میں چین ہر سال پانچ لاکھ سے زائد طلباء کو اعلیٰ تعلیم، ٹیکنالوجی کے حصول اور انگلش پڑھنے کے لئے بھیج رہا ہے جس پر اربوں ڈالر کی سرمایہ کاری چینی حکومت کر رہی ہے، باہر کے ممالک سے بھی لاکھوں سٹوڈنٹس اعلی تعلیم کے حصول کے لئے چین کا رُخ کر رہے ہیں، اس وقت چین میں دو ہزار اعلیٰ تعلیمی ادارے ہیں جن میں طالب علموں کی تعداد دو کروڑ سے زائد بنتی ہے، چین میں حصول تعلیم دیگر ممالک کی نسبت سستی پڑ رہی ہے، دنیا کی بیس ٹاپ یونیورسٹیوں میں کئی یونیورسٹیاں چین کی ہیں اس سے ان کے نظام تعلیم کے معیار کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ چینی جس طرح

مزدوری میں بہت محنت کرتے ہیں اس طرح علم کے حصول اور مطالعہ میں بھی وہ بہت آگے ہیں، برادرم آصف لقمان قاضی صاحب نے مجھے بتایا کہ امریکہ کی یونیورسٹی کی لائبریری میں چینی دس بارہ گھنٹے مسلسل انہماک کے ساتھ مطالعے میں مصروف رہتے بلکہ ہروقت لائبریری میں جوبھی جاتا چینی ہی کتاب سے چپکے نظر آتے یعنی چینیوں کے خمیر میں ہی محنت اور مسلسل لگن نظر آتی ہے،اس لئے تو کامیابی کی منزل ان کے آگے سرنگوں ہے۔

## چین اور ارومچی شہر میں آخری روز

۱۸۔جولائی چین اور ارومچی شہر میں ہمارے قیام کا آخری روز تھا۔علی الصبح میٹنگز اور شہر کے مختلف علاقوں میں پروگرام پہلے سے طے شدہ تھے،چینی خود بھی نہیں تھکتے اور ان کی خواہش ہوتی ہے کہ مہمان بھی انہی کی طرح نہ تھکیں اگر کسی کو فعال اور چست بننا ہےتو وہ ضرور چین چلا جائے، کچھ ہی عرصہ اُس معاشرے میں رہنے کی وجہ سے وہ بہت ہی کارآمد،متحرک اور فعال انسان بن جائے گا۔ہمارے پاکستانیوں کے شاہی مزاجوں اور چینیوں کے مزاجوں میں زمین آسمان کا فرق ہے،تب ہی تو انہوں نے پچاس ساٹھ برس میں دنیا کے تمام میدانوں میں فتوحات کے جھنڈے گاڑ دیئے ہیں، تھکاوٹ،سستی،ناکامی اور شکست کے الفاظ ان کی ڈکشنری میں ڈھونڈنے سے نہیں ملتے،سارا دن مصروف (جس کی تفصیلات چوتھی اور پانچویں قسط میں گزر چکی ہیں) رہنے کے بعد رات کو دیر سے ہوٹل واپسی ہوئی تو ہجرت پسند خانہ بدوش کو وطن واپس جانے کے احساس کی کچھ خوشی محسوس ہوئی، بکھرا سامان وغیرہ بکس میں رکھا، یہ میرا پہلا غیرملکی دورہ تھا جس میں ایک روپے کی بھی خریداری نہیں کی اور اتنے بھرے ''گلوبل فیکٹری'' چین سے ہم خالی ہاتھ لوٹ رہے تھے،اس کی بنیادی وجہ مصروف ترین شیڈول تھا جس میں آدھ گھنٹے کا ملنا بھی محال تھا۔

نماز فجر ہوٹل کے استقبالیہ میں پڑھی اور واپسی کے لئے ایئرپورٹ روانہ ہوگئے، ارومچی اور سنکیانگ کی مقامی انتظامیہ، وزارت خارجہ بیجنگ کے مسٹر فان اور کمیونسٹ پارٹی کے متعدد ذمہ داران ہمارے ساتھ ائرپورٹ کے لئے ہمراہ تھے،انہوں نے بڑی گرمجوشی اور محبت کے ساتھ ہمیں الوداع کہا، ایئرپورٹ کے مراحل طے کرنے کے بعد جہاز میں داخل ہوگئے، کچھ دیر بعد جہاز روانہ ہوا، اکثر ساتھی جہاز میں بیٹھتے ہی سو گئے لیکن شومئی قسمت کہ زمین تو کیا ہواؤں اور فضاؤں میں بھی نیند کی تلاش اور جستجو میں ہمارے پَر تھک گئے کہ نیند کا پرندہ اور ''ہما'' ہمارے سروں پر بھی کچھ دیر کیلئے بیٹھ جائے،

سکوت مرگ کی خاموشیوں، مہیب خلاؤں اور ستاروں کے جہاں میں بھی ہماری بوجھل آنکھوں میں نیند کا نہ آنا عمر بھر کی آخر کس بے قراری اور بے چینی کی ''غمازی'' ہے؟

عمر بھر یہ حسرت اور خواہش رہی کہ جہاز میں بیٹھتے ہی دیگر مسافروں کی طرح نیند کی وادیوں میں مَیں بھی محو پرواز ہو جاؤں لیکن اس خواب کی تعبیر مجھے آرام دہ جہازوں میں بھی دیکھنی نصیب نہ ہوئی۔(حضرت والد صاحبؒ کو بھی جہاز میں عمر بھر نیند نہیں آتی تھی اور مجھے بھی جہاز میں نیند بالکل نہیں آتی) مسلسل بارہ سے پندرہ گھنٹے فضاؤں میں تھکاوٹ کے باوجود بھی نیند سے ہمیشہ کوسوں دور رہتا ہوں......

موت کا ایک دن معین ہے
نیند رات بھر کیوں نہیں آتی

ہر چند سورج کی کرنوں، ستاروں کی لَو اور چاند کی چاندنی نے بھی میرے کانوں میں میٹھی اور سریلی لوریوں کی سرگوشیاں کیں لیکن بے سکون دماغ اور دلِ آوارہ کو نیند کا دامن اور سرا نہ ملا......

اس سفر میں نیند ایسی کھو گئی
ہم نہ سوئے رات تھک کر سو گئی

تقریباً چالیس ہزار فٹ کی بلندیوں سے نیچے زمین، دریا اور پہاڑ سب کچھ بہت چھوٹے نظر آرہے تھے۔ہم بادلوں سے اوپر پرواز کررہے تھے نیچے سفید دودھیا روئی کے مانند بادل تیر رہے تھے، کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد پہاڑوں کا ایک عظیم الشان طولانی سلسلہ شروع ہوگیا، اکثر پہاڑ بہت بلند و بالا اور برف سے ڈھکے ہوئے نظر آرہے تھے، خدا کی قدرت دیکھئے کہ ایک ہی سرزمین میں گرمی کا سیزن تھا، دونوں ممالک چین اور پاکستان میں ٹمپریچر ۳۷ تا ۴۳ چل رہا تھا اور اسی سرزمین میں پہاڑوں کے اس سلسلے پر پڑی برف سے یہ پربت ٹھٹھر رہے تھے۔جگہ جگہ برفانی پہاڑوں سے جھیلیں اور آبشاریں بھی بہہ رہی تھیں، سبزے سے آراستہ میدان، جنگل اور ہریالی کے مناظر کچھ اور ہی رنگ پیش کررہے تھے، یہ سب کچھ خالق کائنات کے سوا کون پیدا کرسکتا ہے......

ہم ایسے اہل نظر کو ثبوت حق کے لئے
اگر رسول نہ ہوتے تو صبح کافی تھی

کاش! کمیونسٹ نظریات رکھنے والا یہ ملک ستاروں اور چاند پر کمندیں ڈالنے کے علاوہ اس

طرف بھی تھوڑی توجہ کر لیتے کہ یہ آخر ارض وسماء اور کائنات کس نظام اور کس سائنس کے تحت چل رہے ہیں؟ وہ کون سی ہستی ہے جس نے اتنے بڑے وسیع چین اور پوری کائنات کو خوبصورتی کے ساتھ تخلیق کیا ہے؟ میں ذاتی طور پر امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے نظریہ وحدت الشہود کو ہی پسند کرتا ہوں اور خصوصاً ہوائی سفر میں وحدت الشہود کے مناظر زیادہ واضح اور خوبصورتی کے ساتھ انسان کے سامنے جلوہ افروز ہوتے ہیں، کائنات کا ہر ذرہ، کیا پربت اور کیا ارض وسماں ہر شے وجود باری تعالیٰ پر شاہد، ظل، عکس اور پرتو ہے......

یہ زمیں یہ فلک اِن سے آگے تلک
جتنی دنیائیں ہیں سب میں تیری جھلک
ہر ستارے میں آباد ہے اِک جہاں
چاند سورج تیری روشنی کے نشاں

معلوم نہیں کہ لادین اقوام اور خصوصاً جدید ترقی یافتہ ممالک کی باطن کی آنکھ کیوں نہیں کھلتی؟ معمولی شدبد اور عقل رکھنے والا بھی وجود باری تعالیٰ اور مذاہب کی حقیقت کو ماننے پر مجبور ہو جاتا ہے، شاید ان ترقی یافتہ اقوام کی آنکھوں اور دلوں پر مشینوں اور چمنیوں کے دھوئیں نے پردے ڈال دیئے ہیں......

جس قدر تسخیر شمس و قمر ہوتی گئی
زندگی تاریک سے تاریک تر ہوتی گئی

انہی تفکرات اور مشاہدات میں ہمارا طیارہ سرزمین پاکستان کی حدود میں داخل ہوا، پرواز مسلسل موسم کی خرابی کی وجہ سے ناہموار تھی، اسلام آباد ایئرپورٹ میں طوفانی بارشوں کی وجہ سے لینڈنگ کی اجازت نہیں تھی، یوں ہم ڈیڑھ دو گھنٹے پاکستان کے مختلف علاقوں کے اوپر پرواز کرتے رہے، جہاز کبھی ہوا میں ہچکولے کھاتا تو کبھی فضاؤں غوطے مارتا، اس تناؤ کے ماحول میں کبھی زندگی کا ساز بجتا تو کبھی موت کے خوف سے سوز وساز کا شور اٹھتا، بے اختیار استاد بیدل دہلوی کا یہ شعر زبان پر جاری تھا......

ہر کجا رفتم غبارِ زندگی درپیش بود
یارب ایں خاکِ پریشاں از کجا برداشتم

''میں جہاں بھی جاتا ہوں تو زندگی کا غبار میرے سامنے آتا ہے، اے میرے رب! ایسی خاک پریشاں کو میں کب تک برداشت کروں گا۔''

## حاصل سفر

پاک چین دوستی اس قسم کے بامقصد دوروں سے مزید مضبوط ہوسکتی ہے ، دونوں ممالک تعلیمی، سیاسی ،تجارتی ،اقتصادی اور صنعتی بنیادوں پر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرکے مزید ترقی کرسکتے ہیں، پاکستانی وفد نے چین کے حکومتی ارکان کو یہ پیشکش کی کہ سنکیانگ کے مسلمان رہنماؤں اساتذہ اور ائمہ کو بھی پاکستان بھیجا جائے تاکہ وہ پاکستانی مدارس اور دیگر تعلیمی اداروں کا دورہ کریں اور یہاں کے پرامن، موثر دینی نظام تعلیم کا جائزہ لیں اس کے ساتھ ساتھ مستقبل میں بھی مزید پاکستانی اساتذہ ،دانشور اور نامور علمائے کرام کے اس قسم کے دوروں میں شامل کیا جانا چاہیے تاکہ ایک دوسرے کو سمجھنے میں آسانی ہو اور مشترکات پر ایک ساتھ کام کیا جائے۔

ہمارے وفد کے اس دورے پر کچھ افراد نے سوشل میڈیا کے ذریعے تنقید بھی کی کہ یہ وفد کیوں چینی حکومت کی دعوت پر گیا ہے؟ تو اس کے جواب میں عرض یہ ہے کہ چین شروع ہی سے اپنا ایک مخصوص انداز فکر اور طرز سیاست و معاشرت رکھتا ہے، چین ہمیشہ ہی سے تنہائی پسند، الگ تھلگ (isolated) اور بہت محتاط رویوں کا حساس ملک ہے، اس نے اپنے ہاں واٹس اپ، فیس بک، یوٹیوب وغیرہ پر پابندی لگائی ہوئی ہے اور اس کے متبادل اپنا بہت مضبوط سوشل میڈیا ایپس ( we chat) وغیرہ بنائے ہوئے ہیں اور مادر پدر آزاد مغربی میڈیا پر بھی شروع ہی سے وہاں پر پابندیاں ہیں، یہ نہیں کہ صرف سنکیانگ میں کچھ پابندیاں ہیں بلکہ کمیونسٹ نظریات کی پارٹی کی حاکمیت کا شروع ہی سے پورے چین میں ایسا ہی طرز حکومت ہے، اسی لئے چینی کہتے ہیں کہ

> ''ہماری ساری پالیسیاں حقیقتاً کامیاب ہیں اور ہم نے جتنی بھی ترقی اور خوشحالی حاصل کی ہے اس کا راز ہی کنٹرول اور محتاط طرز حکومت ہے، مغربی جمہوریت نے ترقی پذیر ممالک کا کیا حشر نشر کردیا ہے، ہم چینی اپنے حال میں خوش ہیں۔''

بہرحال! چین میں مختلف قسم کی پابندیوں کا اطلاق تمام چینی شہریوں پر ابتداء ہی سے نافذ ہے۔ میرے خیال میں چینی حکمرانوں نے اسی مزاج کے مطابق ہزاروں سال قبل اپنے ملک کے ارد گرد دیوار چین بھی اسی خیال سے کھڑی کی تھی، یہ رویہ اُن کے اسی حزم و احتیاط اور قومی مزاج کی

عکاسی کرتا ہے، چینی اپنے اندر مداخلت اور زیادہ اختلاط وغیرہ سے ہمیشہ سے اجتناب کرتے چلے آرہے ہیں پھرسنکیانگ کے خونی جھگڑوں کے سات آٹھ برس بعد پہلی مرتبہ مسلمان علماء کوچینی حکومت کی طرف سے دعوت دینا خود ایک بہت بڑی مثبت تبدیلی ہے، مذہبی رہنماؤں کے ذریعے پاک چین تعلقات کو بھی اس حوالے سے فروغ ملا تو اس قسم کے مطالعاتی دوروں سے ایک دوسرے کو سمجھنے اور آپس میں انفارمیشن شیئرنگ سے مزید مثبت اثرات مرتب ہوسکتے ہیں، وفد کے اس کامیاب دورہ سے تازہ ہوا کے لئے ایک کھڑکی اور روشندان ہم نے سنکیانگ میں کھول دیا ہے اور سنکیانگ میں مسلمانوں کے ساتھ تعلقات میں اضافے سے اُن کے مستقبل کے لئے مزید بہتری کے راستے ہم نے کچھ نہ کچھ ہموار کردیئے ہیں،صوبہ سنکیانگ کے مسلمانوں اور پاکستانی اور دیگر عالم اسلام کے درمیان دوطرفہ روابط، آمد ورفت اور گفت وشنید کا ماحول بھی الحمدللہ بحال ہوگیا ہے اور کئی حساس موضوعات پر چینی سفارتکاروں اور وہاں کے اہم وزارت خارجہ کے افسران کے ساتھ تبادلہ خیال بھی ہوا ہے تب ہی تو یہ برف پگھلی ہے، دنیا کی بڑے معاشی اور عسکری ملک کے ساتھ ڈپلومیسی کے ذریعے معاملات آگے بڑھائے جاسکتے ہیں، ہمارے وفد کی جتنی حیثیت (کیپسٹی) تھی اس سے بڑھ کر الحمدللہ! ہم نے اپنے طور پر بہتری کی کاوش کی، باقی یہ حکومتوں اور عالم اسلام کے بڑے بڑے نمائندے فورمز کا کام ہے کہ وہ سنکیانگ کے تمام مسلمانوں (بالخصوص ایغور) کے مذہب اسلام، نظریات، تعلیمات، روایات، رسم ورواج، مفادات اور سیاسی حیثیت وغیرہ کے متعلق چینی حکام سے مل بیٹھ کر بات چیت کرے اور اپنے تحفظات کا اظہار کرے اور چین کے ساتھ دوستی واخلاص کے ساتھ وہاں مسلمانوں کے معاملات کو ڈسکس کرے، آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اس سفر کو سنکیانگ بلکہ تمام چین کے مسلمانوں کے لئے خیر کا باعث بنائے ۔(آمین)

آيِبُونَ تَائبُونَ عابِدُونَ حَامِدُونَ لِرَبِّنَاسَاجِدُونَ

''ان شااللہ ہم اللہ کی طرف لوٹنے والے ہیں، ہم توبہ کرنے والے ہیں، اپنے رب کی عبادت کرنے والے ہیں، اس کی تعریف کرنے والے اور اس کے لیے سجدہ کرنے والے ہیں۔''

☆ ☆ ☆

مولانا محمد زاہد انور *

# قرآن، حدیث اور فقہ کی تدریس اور عصری تقاضے

ہماری تحریر کاوش کا مرکزی فکر یہ ہے کہ ہم اپنے نصاب تعلیم کو برقرار رکھتے ہوئے چند ناگزیر فوری اصلاحی اقدامات کا جائزہ اجتماعی طور پر لیں (ورنہ دیر ہوجائے گی اور خمیازہ موجودہ اور آنے والی علمی نسلیں بھگتیں گی)، یہ امر طے شدہ ہے کہ علوم عالیہ قرآن مجید، حدیث شریف اور فقہ ہیں اصولِ تفسیر، اصولِ حدیث اور اصولِ فقہ سمیت بقیہ علوم آلیہ کہلاتے ہیں، علوم آلیہ کے پڑھانے کا مقصد علوم عالیہ کی مضبوط استعداد وصلاحیت پیدا کرنا ہے، علوم آلیہ جو حصولِ استعداد کا ذریعہ ہیں قدیمی کتب کے ساتھ جدید کتب جو عصرِ حاضر کی ضرورتوں پر پوری اترتی ہوں ان کو داخل نصاب کرنا وقت کا تقاضا ہے، جدید عربی بول چال اور عربی قواعد پر مختصر کتبِ جدید پر توجہ دی جائے تو زیادہ فائدہ ہوگا (مختصر زائد از ضرورت قیل وقال سے بچنا مراد ہے) قرآن مجید کی فہم وتفہیم فقط ترجمہ، شانِ نزول اور ربط کے ساتھ مختصر مطلب تک محدود رکھنے کی علمی روش کو فوری بدلنے کی ضرورت ہے۔

قرآنِ مقدس اپنے وقت نزول سے تاقیامت جملہ نظام ہائے باطلہ کے بالمقابل آفاقی خدائی تعلیمات پر مبنی ہمہ جہتی (جامع) ہدایت نامہ ہے (مکمل نظریاتی وعملی ضابطہ حیات ہے) اس کا تدریسی طرزِ فہم وتفہیم موجودہ اور آنے والے دور کے تقاضوں کے مطابق علمی باریکیوں سے زیادہ آسان فہم اور عوام کی پہنچ کے مطابق بنانے کی ضرورت ہے، صرف پانچ فیصد ذی استعداد علماء کو ہی فوکس (ہدف) نہ رکھا جائے بقیہ پچانوے فیصد فضلاء جن کا واسطہ عوام الناس سے رہنا ہے ان کو اس طرز سے پڑھایا جائے تاکہ وہ ہر اٹھتے باطل چیلنج کا مقابلہ قرآن مقدس کی جامع تعلیمات کی روشنی میں کرنے کے اہل ہوسکیں، آج مقابلہ نظام ہائے حیات کے موازنہ کے ساتھ چل رہا ہے، ہمیں قرآن مقدس سے ماخوذ مستنبط مضامین قرآن (جو ہمہ جہتی آفاقی ہدایات کا عکاس ہیں کو زیادہ سے زیادہ

* مؤلف تلخیص البیان ومدیر جامعہ عثمانیہ شورکوٹ شہر

پیش نظر رکھنا چاہیے تاکہ اہل باطل کے فاسد نظریات کا تعاقب مستنبط قرآنی جامع ہدایات کی روشنی میں دینے کے روادار ہوسکیں، اس کے لئے قرآنی مضامین کو بھی احادیث اور فقہ کی طرز پر ابواب کی صورت میں علمی تقسیم کے ماتحت لانے کی اشد ضرورت ہے۔

احادیث کی تعلیم وتدریس میں بھی فقہی اختلافات کی تفصیلات لکھوانے یا بیان کرنے کی علمی روش پر نظر ثانی کرتے ہوئے اسے بھی امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اصلاحِ امت کا (اعتقادات، عبادات جملہ معاملات کے اعتبار سے) فکری وعملی جامع نصاب کے عنوان پر پڑھایا جائے (فقہی متدلات کو فقہ کی کتب میں ہی پڑھانے پر اکتفاء کرنا ضرورت کے مطابق ہے یا پھر تخصص فی الفقہ میں ان اختلافی فقہی مباحث کو اٹھا رکھا جائے، بالائی فقہی کتب شرح وقایہ/ھدایہ اولین واخیرین میں فقہی ابواب کی توضیح وتشریح کے ضمن میں جدید پیش آمدہ مسائل کو زیر بحث لایا جائے، احادیث شریفہ اور فقہ کی تدریس، ترجمہ متن (ترجمہ عبارت) اور مختصر مفہوم کے بعد عصر حاضر کے معرکۃ الآراء مسائل پر سنجیدہ فکری کیساتھ باطل نظام ہائے حیات کا اسلامی احکامات سے متدل علمی موازنہ وقت کا اہم ترین تقاضا ہے اور اہل علم ودانش کی خدمت میں مؤدبانہ عرضداشت ہے کہ اس حوالے سے جدید اسلامی موضوعات پر لکھی گئی کتب سے استفادہ میں کوئی عار محسوس نہ کی جائے، خود ہمارے اکابر نے بھی ان اہم موضوعات پر اہم کتابیں تصنیف کی ہیں کم از کم انہی سے استفادہ کرلیا جائے۔

ویسے بھی یہ ہمارا اجتماعی المیہ ہے کہ اہم اسلامی موضوعات جو ہماری بنیادی معلوماتی ضرورت ہیں سارا رخ جدید سکالرز یا یونیورسٹیز کے پروفیسرز کی طرف ہے، کیا ان موضوعات سے ہمارا کچھ لینا دینا نہیں؟ ہماری علمی نسل کو جب ان موضوعات پر مطالعہ کی ضرورت پیش آتی ہے اور جادۂ اعتدال سے ہٹے ہوئے جدید معلومات کے حامل سکالرز کی کتب کا مطالعہ کرتے ہیں تو بعض بنیادی معلومات اور ہماری فکری تربیت نہ ہونے کے باعث وہ ان سے متاثر ہوتے دکھائی دیتے ہیں ،تو اس میں قصور کس کا ہے؟ ہم ان کو اس حوالے سے بنیادی معلومات دینے یا معاشرہ میں اسلامی تعلیمات اجاگر کرنے کی رہنمائی کیوں نہیں دیتے؟ اقتصادیات، معاشیات ہماری کتب فقہ کا اہم تر موضوع ہیں اس کے علمی ٹھیکیدار یونیورسٹیوں سے اٹھنے والے (جادۂ حق سے ہٹے ہوئے) پروفیسر بنے ہوئے ہیں، جدید موضوعات کے حوالے سے سارا میدان انہی (جدید سکالرز) کے حوالے کر رکھا ہے (پھر شکوہ کس لئے) جو موضوعات ہمیں جدید نظر آتے ہیں وہ قرآن، حدیث اور فقہ میں قدیمی طور پر موجود ہیں، کیا قرآن وحدیث میں باطل اعتقادی نظریات اور معاشرتی بگاڑ کے ذرائع کا تعاقب وتردید موجود نہیں؟

کیا کتب فقہ میں مضاربت ، صرف ، مزارعت ، مساقات ،نظامِ عدل وانصاف ، نظامِ قضاء، نظامِ شہادت ، نظامِ قصاص وتعزیرات وغیرہ جیسے عنوانات موجود نہیں ؟ ( یہ فقط ایک مثال کے طور پر لی ہیں ) یا فقط یہ آج ہی کا موضوع ہیں ہم کیوں ان کی جدید اصطلاحات سے بے خبر ہیں؟ ہمارا خیال یہ ہے کہ کتب فقہ کو تو نہیں بدلا جاسکتا اسی طرح احادیث کے ابواب کو بھی اسی طرح قائم رکھتے ہوئے تدریس وتعلیم کے درمیان متعلقہ ابواب میں ان کا نیا عنوان تجویز کیا جاسکتا ہے،مثلاً: باب القضاۃ کا عنوان ''اسلام کا نظامِ عدل'' ، باب الشہادات کاعنوان ''اسلام کا نظامِ شہادت'' ، کتاب البیع کا عنوان ''اسلام کا نظامِ تجارت ومعیشت'' علی ہذا القیاس،اس طرح کے طرزِ تدریس سے نئی نسل کا موجودہ رائج علمی اصطلاحات سے ربط ،فہم اور تفہیم آسان ہوجائیگی، معاشرے میں رہتے ہوئے ہماری اکثریتی علمی نسل میں فکری پرواز کی پستی کو ملاحظہ کرنا یا ان کی وقتاً فوقتاً خبر لینا بھی ہماری ذمہ داری ہے،ہمیں ان کو الوداعی نصائح میں قرآن کریم اور سنت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جامعیت کو نیز امت مسلمہ کی رہنمائی میں اسلام کی آفاقی تعلیمات کو روشناس کرانے پر زور دینے کی تلقین لازمی کرنی چاہیے، فقط میری مسجد ،میرا مدرسہ اور میرے حلقہ احباب وتعلقات کی نفسانیت سے آگے کی فکری سوچ اپنانی چاہیے، اصل تو یہ ہے کہ ہماری نظریاتی تعلیم وتربیت عالمی سطح کی ہونی چاہیے تاہم ملکی وقومی سطح کے ماحول کے ساتھ ہر جگہ مقامی ماحول کا ادراک کرتے ہوئے فیصلے کرنے کی تو کم ازکم استعداد ضرور ہونی چاہیے،نت نئے آمدہ فتنوں کی نوعیت مختلف طرح کی ہے (۱)اندرونی (۲) بیرونی

ہمیں بیرونی فتنوں کا تو شاید جلدی احساس ہوجاتا ہے مگر اندرونی فتنوں کا ادراک بہت دیر ہوجانے کے بعد ہوتا ہے ضروری ہے کہ ہمارے راسخ فی العلم حضرات ( فقہ سے وابستہ جید علمائے کرام ) دینی محافل ( محفل حمد ونعت وغیرہ ) یا جلسوں میں بعض ایسے منکرات جو شرعی جواز سے ہٹ کر ہیں ( مثلاً نمود ونمائش ، اسراف وتبذیر وڈیوز وغیرہ کا مسجدوں میں بلا دھڑک بنانا ) ان کا فقہی انداز سے نوٹس لے کر اس کے بلاضرورت بڑھتے ہوئے رجحان کی سختی سے تردید وتنکیر کرتے رہا کریں، اس کے علاوہ دیگر امور پر بھی توجہ دینا ضروری ہے جیسے نئی نسل کا اپنے اکابرین وسلف صالحین کے پختہ نظریات سے انحراف یا تزکیہ نفس کے مسلمہ دینی حقائق سے روگردانی وغیرہ ( البتہ تزکیہ نفس کے مقصودی حقائق کی بجائے ذاتی وجاہت یا شہرت کے حصول کیلئے فقہی حدود سے تجاوز کرتے ہوئے

باقاعدہ سالانہ لازمی اہتمام اجتماعات ومحافل کا بڑھتا ہوا رجحان بھی قابل اصلاح ہے نیز ہمارے راسخ فی العلم فقہائے وقت کو اس گزشتہ سنتِ حسنہ کو پھر سے جاری کرنا چاہیے کہ جدید پیش آمدہ مسائل کے متعلق اجتماعی مجالس کا قیام واہتمام ہر دور کا تقاضا ہے (اور رہے گا)

الغرض! جب ہم اپنے آپ کو اہل حق کا علمی ونظریاتی نمائندہ وترجمان سمجھتے ہیں تو پھر ہمیں اس کا حق بھی ادا کرنا ہے، نظریہ ہمارا ہو اور ترجمانی وہ کرے جو ہمارے نظریے کا نہیں تو سوال ہم پر اٹھے گا اس پر نہیں، ان عصری حقائق کا ادراک اور ان کی طرف توجہ ہمارے ان صاحبانِ علم ودانش کی ذمہ داری ہے جو اس بنیادی مسند پر فائز ہیں وہ علمی قوم کے معمار ہیں وہ یقیناً اپنی علمی نسل کے حوالے سے فکر مند ہوں گے لیکن بات فقط فکر مندی کی حد تک نہیں رہنی چاہیے بلکہ عملی اقدامات کی طرف فوری آگے بڑھنے کی ضرورت ہے، ہمیں واقع ہونے والے ہر سانحہ پر ہمیشہ بے بسی کے آنسو بہانے کی روش ترک کرنا ہوگی دور اندیشی کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ قبل از وقت سانحات کے اندیشوں کو پڑھا اور سمجھا جائے بعد از وقت ''اگر ایسا کرلیا جاتا'' ''وہ ہوجاتا'' کہنا لاحاصل ہوتا ہے، یہ علمی سطح کے سانحات ہی تو ہیں کہ قومی اور بین الاقوامی سطح پر ہمارے اسلامی نظریات کے ترجمان ونمائندے ایسے فاسد نظریات کے سکالر بنے ہوئے ہیں جو اصلاً باطل ایجنڈے کے مہرے ہیں، دیکھنے میں وہ قرآن وحدیث اور جدید فقہی مسائل کے شارح بنے ہوئے ہیں جبکہ ہماری نئی علمی نسل ان موضوعات کو اپنے علمی نصاب میں تلاش کرنے کی راہیں تکتی نظر آتی ہے خدارا! اہل علم ودانش قرآن وسنت اور فقہ کی تدریس وتعلیم کو عصر حاضر کی امنگوں کو سامنے رکھتے ہوئے مرتب کریں اور معلمین کی رہنمائی کریں یہ حالات کی صدا ہے اور وقت کی پکار ہے ورنہ جو علمی اقلیت آج ہمیں شکوہ زن نظر آتی ہے وہ اکثریت میں بدل کر ہمارے قدیمی طرزِ تعلیم وتدریس سے خدانخواستہ کہیں آمادۂ بغاوت نہ ہونے لگے (خاکم بدہن) یا پھر آج کے اکابر جب اسلاف بن جائیں گے تو آنے والی نسلیں ان کے حوالے سے کہیں یہ شکوہ کرتی نظر نہ آئیں کہ ہمارے اسلاف حالات کی نبض کو پہچاننے میں کیوں پیچھے رہ گئے تھے۔

ہمیں اپنی نظریاتی افرادی قوت کو حالات کی ستم گر لہروں کی نذر نہیں کردینا چاہیے کہ وہ الٹے سیدھے ہاتھ پاؤں مار کر اپنی جان بچانے کی جنگ لڑتے رہیں بلکہ اپنی نسبی اولاد کی طرح ان کے لئے پورے اخلاص کے ساتھ فکری مندی کرتے ہوئے بہتر مستقبل کی منصوبہ بندی کرنا دائمی تقاضا ہے

ہمیں فیصلے لینے میں تاخیر کی روش ترک کرکے اپنے تئیں حالات کے دانش مندانہ تجزیے کے ساتھ بروقت درست اقدامات کرنے کی ضرورت ہے ورنہ تو لمحوں نے ''خطاء کی صدیوں نے سزا پائی'' کا محاورہ اپنی تاریخ دوہراتا رہتا ہے، کسی کی بھی دینی تحریک کے مثبت نتائج کے حصول کیلئے بعض اوقات کئی دہائیاں صرف ہوجاتی ہیں مگر حاصل مایوس کن دکھائی دیتا ہے جبکہ شیطانی افکار پر مبنی منفی جدوجہد کے نتائج سُرعت کے ساتھ وقوع پذیر ہوتے ہیں، فقط اپنے ہی ملک میں چلنے والے تعلیمی اداروں کے حوالے سے ہی سنجیدگی کا جائزہ لے لیجئے ہم پر مسلط حکمرانوں، بیوروکریسی، مقننہ اور عدلیہ کن اداروں سے تعلیم حاصل کرتی ہے؟ اور ان اداروں کا تعلیمی نصاب کیا ہے؟

ہم نے کبھی اس امر سے آگاہی کی زحمت گوارا کی ہے کہ ان اداروں کے ہاں پروفیشنل نصاب میں ہمارے نصابِ تعلیم سے فارغ التحصیل حضرات کے حوالے سے کون سا منفی فکر منتقل کیا جاتا ہے، وہاں سے فارغ شدہ حضرات جب ہم پر (اداروں کے ذمہ داروں کی حیثیت سے) مسلط ہوتے ہیں تو وہ دینی طبقات (خصوصاً علمائے کرام) کے متعلق کیا تربیت لے کر آتے ہیں یہ ہمارا موضوع ہی نہیں، ان کی جچی تلی منفی رائے یہ ہے کہ دینی اداروں میں فرقہ واریت پر مبنی نصاب رائج ہے، ان کی سوچ وفکر دہشت گردانہ رویوں کی حامل ہے، ان حضرات کے نصابِ تعلیم میں عالمی یا مقامی معیشت، دفاعی وخارجی امور کا کوئی عنوان سرے سے ہے ہی نہیں یہ تاریخ سے نابلد لوگ ہیں وغیرہ، یہ ان کی محض علماء بیزار سوچ وفکر ہے تاہم اس حوالے سے بعض اپنی نصابی (تسلیم شدہ) کمزوریوں کا اعتراف کرتے ہوئے ان کی بقیہ بعض غلط فہمیوں کے ازالے کی ہمیں سنجیدگی سے عملاً کوشش کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ فقط زورِ بیانی سے الزامی جوابات کے ذریعے سے ہم اپنے آپ کو تو مطمئن کرسکتے ہیں لیکن سچ یہ ہے کہ ہمارے علمی رویے ان کے شکوک وشبہات کو تقویت دے رہے ہوتے ہیں، مثلاً دیکھنے میں آتا ہے کہ شہروں میں ہمارے اہل علم کی اولادیں جدید تعلیمی اداروں کی یونیفارم میں انگلش میڈیم سکولوں کا رخ کررہی ہوتی ہیں اس کے برعکس عوام الناس کے بچے دینی میں لباس میں ہمارے مدرسوں میں دینی تعلیم کے لئے داخل ہورہے ہوتے ہیں اس عملی تضاد پر ہم کیا کہیں گے؟ خدارا کچھ تو اس کی فکری وعملی منفی دوہرے رویے کا سنجیدہ حل تلاش کرنے کی کوشش کیجئے۔

ہمیں اس امر پر توجہ دینے کی اشد ضرورت ہے کہ ہمارے علماء ومشائخ اور عوام کے درمیان

کچھ غیر ضروری و خود ساختہ رکاوٹیں حائل نہ ہوں، عوام کی اپنے بزرگوں اور علمائے وقت (خواہ وہ بڑے ہوں یا نئے فضلاء) تک پہنچ کو آسان بنایا جائے، ادب وآداب کے نام یہ انتظامی نوعیت کے اقدامات کی تاویل پر جو پروٹوکول رائج ہو رہا ہے اسے مستحسن نظروں سے نہیں دیکھا جاسکتا، ہم سرکاری اداروں کے افسران کے پروٹوکول اور دروازہ بند پالیسی نیز انتظار جیسی زحمت پر شدید ناقد ہوتے ہیں وہ بھی بڑوں کے لئے فوری طلبی اور غریبوں (عوام کو) دھکے کھانے کے لئے چھوڑ دیتے ہیں، ہمارا حال بھی اس سے کچھ مختلف نہیں ہے۔ اس مذموم فکر وعمل کی حوصلہ شکنی کے لئے بڑے حضرات کو عملی اقدام لینے کی طرف متوجہ ہونا چاہیے اور ایسے طبقاتی نظام کو مسترد کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

اسی طرح ہم سمجھتے ہیں کہ بزرگوں، مشائخ اور اکابرین سلف کی سوانح عمریوں سے نئی نسل کو بہت کچھ سمجھنے اور خیر کی رہنمائی حاصل ہوتی ہے، اس کا مطالعہ اور دوسروں کو ترغیب دینا لائق توجہ ہے (حالانکہ ان میں افراط وتفریط جوش عقیدت سمیت ظنیت کا درجہ موجود ہوتا ہے) لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ ہمیں اس سے کہیں بڑھ کر اپنی نئی نسل کو قرآن مقدس میں بیان کردہ انبیاء و رسل علیہم السلام کے حوالہ سے جتنے قصص وواقعات ہیں (جو قطعی حقائق کے حامل ہیں) کو اصرار سے متوجہ کرنا چاہیے جس سے خود کو احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کی معرکہ آرائی میں سنت اللہ وسنت انبیاء ورسل علیہم السلام سے عظیم النفع رہنمائی حاصل ہوتی ہے (جو ہر طرح کے ظن، افراط وتفریط سے پاک کہلانے کی اصل حقدار ہے) ہماری جملہ معروضات (عرضداشت) کا مقصد خود احتسابی فکر کی طرف متوجہ کرنا ہے نہ کہ کسی کی محض تنقیص یا تنقید۔ بحمد اللہ ہمارے علمائے حق کسی بھی دینی فکر کے حوالے سے حق گوئی میں ایک نام ومقام رکھتے ہیں ساتھ ہی وہ حق سننے میں اپنے کان کھلے نیز خیر وبھلائی کے مشوروں کو نہ صرف تسلیم کرتے ہیں بلکہ خوشی بھی محسوس کرتے ہیں......

گلوں کا رنگ میلا سا ہو رہا ہے تمہیں اے باغبانوں کیا ہوا
ذرا رنگ چمن سرکار دیکھیے ہمارا دیکھنا کیا دیکھنا

قدرے اختصار کے ساتھ راقم نے مذکورہ حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ''تلخیص البیان فی فہم القرآن'' کے مقدمہ آہِ فکر ونظر میں بعض معروضات کو عرض کرنے کی جسارت کی ہے۔

اسی طرح اس میں ''منتخب مضامین قرآن'' کے ذریعے بھی ۱۱۲/۱ اہم مضامین کو بیان کیا گیا ہے جن میں اکثریت عصری حقائق پر مبنی مضامین قرآن ہیں جن کا مطالعہ طالبانِ علومِ نبویہ کیلئے (راقم کی نظر میں) از حد ضروری ہے وہاں سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

جناب اسد اللہ غالب *

# تفسیر لاہوری، نسخہ حقانیہ

حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ تحریکِ آزادی کے بیباک مجاہد مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے شاگرد رشید تھے اور دہلی میں درس قرآن دیا کرتے تھے، لوگ جوق در جوق اس میں شریک ہونے لگے، غاصب و ظالم انگریز سامراج کے خلاف نفرت کے جذبات ابھرنے لگے اور بیرونی آقاؤں کے قلعہ اقتدار میں دراڑیں پڑنے کا خطرہ پیدا ہوگیا اور خادمِ قرآن سے انگریز اوران کے حواری لرزہ براندام ہونے لگے تو انھوں نے اس کا اثر کم کرنے کے لیے حضرت کو دہلی بدر کرنے کا فیصلہ کیا، انگریزی فوج نے اپنی تحویل میں لے کر دہلی سے نکالا اور لاہور لاکر چھوڑ دیا، لاہور میں نہ کوئی جان پہچان تھی، نہ ہی حلقہ احباب تھا، آپ اللہ کا نام لے کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور درسِ قرآن شروع کر دیا، حلقہ درس بڑھنے لگا اور رفتہ رفتہ حضرت ایک غیر معروف مسجد میں منتقل ہوگئے (جو لائن والی مسجد کہلاتی تھی اور شیرانوالہ گیٹ سے متصل تھی) یہاں نہایت یکسوئی اور اہتمام کے ساتھ درس قرآن شروع کیا، حضرت کے اعمال میں پابندی اور استقامت پر پورا عمل ہوتا تھا۔

ضرورت اس امر کی تھی کہ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے دروس کو تحریری شکل میں پیش کر کے قرآنی فکر کو عام کیا جائے تاکہ معاشرے کے اندر ایک فکری وسعت اور کشادگی پیدا ہو اور حضرت لاہوریؒ کے علوم و معارف تک ہر عام وخاص کی رسائی ہو چنانچہ اس تشنگی اور ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے مولانا احمد علی لاہوریؒ کے مایہ ناز شاگرد مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے اس تفسیر کو مرتب کرنے کا عزم کیا۔ مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے ۱۹۵۸ء میں مولانا احمد علی لاہوریؒ سے دورہ تفسیر پڑھا تھا، دوران درس آپ کے تفسیری افادات کو جمع کرتے رہے جو ایک مجموعہ کی شکل میں محفوظ ہوگئے، حسب ضرورت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے مطبوعہ علمی افادات سے رہنمائی بھی لی گئی، اس طرح محنت

---

* کالم نگار روزنامہ ''نوائے وقت''

شاقہ کا یہ ثمر دس جلدوں پر مشتمل ہے، جسے شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے افادات سے آراستہ اور امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے حواشی سے معمور ہونے کا منفرد اعزاز حاصل ہے۔

آیات کریمہ کے ترجمہ وتفسیر میں مولانا سمیع الحق شہیدؒ کا اسلوب یہ ہے کہ سب سے پہلے وہ مکمل رکوع کا عربی متن لکھ کر رکوع میں موجود تمام آیات کا ترجمہ بین السطور حسن ترتیب سے لگاتے ہیں اور اہم بات یہ ہے کہ ترجمہ بھی خود مولانا لاہوریؒ کا ہے، اس کے بعد اس رکوع کا خلاصہ پیش کرتے ہیں اور نیچے ماخذ لکھتے ہیں پھر ہر آیت پر معنی خیز اور جامع عنوان لگا کر ہر ایک آیت کا ایک جامع خلاصہ اس عنوان میں سمیٹنے کی کوشش کرتے ہیں، آیات کے ذیل میں بعض مرتبہ تفصیلی مباحث اور بعض علمی اور مبینہ نکات اور باتیں بھی مستقل اور جامع عنوان کی متقاضی ہوتی ہیں تو وہ اس پر مستقل عنوان لگاتے ہیں، چونکہ مولانا لاہوریؒ کا ماخذ شاہ ولی اللہؒ ہیں، اس لیے جہاں جہاں حضرت لاہوریؒ نے شاہ صاحبؒ کی کتابوں خصوصاً ''حجۃ اللہ البالغۃ'' کا ذکر یا اس کی کوئی عبارت بیان فرمائی ہے تو وہی مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے نہایت خوش اسلوبی سے لگا کر حسن تالیف میں اضافہ کر دیا ہے۔ ''تفسیر لاہوری'' کی تیاری ان مسودات سے کی گئی جو مولانا سمیع الحق شہیدؒ نے حضرت لاہوریؒ سے ساٹھ پینسٹھ برس قبل لکھے تھے لہٰذا ان مسودات کے بعض صفحات بوسیدہ ہو چکے تھے، بعض مقامات پر اگر کہیں ابہام کی صورت پیش آتی تو ابہام کو دور کرنے کے لیے آپ دوسری تفسیری کاپیوں سے موازنہ کر کے حل کرنے کی بھرپور کوشش فرماتے۔

مولانا سمیع الحق شہیدؒ ۱۲رجب ۱۳۵۵ھ ۳ستمبر ۱۹۳۶ء کو شیخ الحدیث مولانا عبدالحق بانی جامعہ حقانیہ کے گھر اکوڑہ خٹک میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۵۹ء سے تدریس کا آغاز کیا اور ۲۰۱۸ء تادم شہادت جامعہ حقانیہ میں بخاری شریف اور ترمذی شریف کی تقریباً ۷۰ برس تک درس و تدریس سے وابستہ رہے۔ اکتوبر ۱۹۵۶ء کو آپ نے دارالعلوم حقانیہ سے ماہنامہ ''الحق'' کا اجرا کیا جو ۵۷ برس سے علم وادب اور اشاعتِ اسلام میں موثر کردار ادا کر رہا ہے۔ آپ نے دارالعلوم میں اسلامی تحقیق وریسرچ کے لیے شعبہ ''موتمر المصنفین'' کی بنیاد رکھی، اس ادارے سے اہم موضوعات پر معرکۃ الآرا کتابیں شائع ہو رہی ہیں۔ ''تفسیر لاہوری'' بھی اسی شعبہ کے تحت نہایت خوبصورت مرقع انداز میں دس جلدوں میں شائع کی گئی ہے۔

''تفسیر لاہوری'' قرآن پاک کی تفاسیر کے سلسلے میں ایک نادر اور قیمتی اضافہ ہے، کئی عشروں سے اسے عوامی مقبولیت کا اعزاز حاصل ہے۔ حالیہ دنوں میں جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑا خٹک

کی طرف سے اس کا نیا ایڈیشن شائع کیا گیا ہے۔ میں جامعہ حقانیہ کی انتظامیہ کا بے حد مشکور ہوں انھوں نے تفسیر لاہوری کا ایک مخصوص نسخہ مطالعے کے لیے ارسال فرمایا ہے۔

میں اپنے بچپن میں مولانا احمد علی لاہوریؒ کے ہفتہ وار جریدے ''خدام الدین'' کا باقاعدگی سے قاری رہا ہوں، مولانا لاہوریؒ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے خصوصی شاگردوں میں شامل تھے، اسی طرح مجھے بھی یہ اعزاز حاصل ہے کہ مولانا عبید اللہ سندھیؒ باقاعدگی سے میرے والد بزرگوار میاں عبدالوہاب کی میزبانی سے لطف اندوز ہوا کرتے تھے، دراصل ہمارے گاؤں فتوحی والا میں تحریک جہاد کے ایک سرخیل صوفی ولی محمد قیام پذیر تھے جن سے نیاز حاصل کرنے کے لئے مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے علاوہ خورشید محمود قصوری کے خاندانی بزرگ محی الدین قصوری اور معین الدین قصوری بھی ہمارے گھر تشریف لایا کرتے تھے، میرے بڑے بھائی کا نام بھی مولانا عبیداللہ سندھیؒ کا تجویز کردہ ہے جو اِن کی ہمارے گاؤں میں موجودگی کے دوران پیدا ہوئے اور انھوں نے نومولود کا نام ''محمد'' تجویز کیا، میرا نام اسد اللہ غالب بھی مولانا عبید اللہ سندھیؒ کا عطا کردہ ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے خطبات وافادات کا عظیم الشان مجموعہ

دعواتِ حق (چار جلدیں)

مرتبہ: شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ

**دعواتِ حق:** علم وحکمت کا ایک ایسا گنجینہ جسے اہل علم، خطباء، واعظین اور تعلیم یافتہ طبقہ نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور قومی وملی حلقوں نے خوب سراہا، یہ مجموعہ ہر خطیب، واعظ اور مقرر کے لئے مشعل راہ کا کام دیتا ہے، جو رشد وہدایت احسان وسلوک کے متلاشیوں کیلئے شیخ کامل کا کام دیتا ہے۔

**دعواتِ حق:** دین، شریعت، اخلاق ومعاشرت، علم وعمل، عروج وزوال، نبوت ورسالتؐ، شریعت وطریقت کے ہر ہر پہلو کو سمیٹے ہوئے ہے **دعواتِ حق:** شیخ الحدیث محدث ومجاہد کبیر حضرت مولانا عبدالحقؒ کی عام فہم اور دردسوز میں ڈوبی ہوئی گفتگو اور خطابت کا ایسا مجموعہ ہے جو دلوں میں اتر کر یقین کو بیدار کر کے اصلاحی وایمانی انقلاب برپا کردیتا ہے۔

قیمت: ۱۲۰۰ روپے کتاب منگوانے کیلئے 0333 9167789- 0315 9898998

ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی *

# کرپٹو کرنسی اور عام کرنسی میں فرق

کچھ حضرات کی جانب سے بڑے شد و مد سے اس بات کا پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے کہ کرپٹو کرنسی اور عام کرنسی میں کوئی فرق نہیں ہے سوائے اس کے عام کرنسی کو حکومت جاری کرتی ہے جبکہ کرپٹو کرنسی کو حکومت جاری نہیں کرتی، انہی عناصر نے یہ تاثر بھی عوام میں قائم کرنے کی کوشش کی ہے کہ عام کرنسی اور کرپٹو کرنسی، دونوں ہی کمپیوٹر میں درج محض فرضی نمبر ہیں۔ اپنی اس بے بنیاد دلیل کو مزید تقویت دینے کے لئے وہ کہتے ہیں کہ چونکہ دنیا میں کاغذی کرنسی کے تناظر میں ڈیجیٹلائزیشن بہت بڑھ گئی ہے یعنی کاغذی کرنسی کا ڈیجیٹل استعمال بہت زیادہ ہورہا ہے مثلاً آن لائن پیمنٹ یا اے ٹی ایم یا ڈیبٹ کارڈ وغیرہ کی صورت میں لہٰذا موجودہ معاشی نظام، فریکشنل ریزروسسٹم میں کرنسی کا بھی ڈیجیٹل اندارج ہی ہوتا ہے اور جو کمپیوٹر کے کھاتوں میں اندارج شدہ کرنسی ہوتی ہے اس کے مقابلے میں حسی کرنسی کی سرکولیشن کی مقدار بہت کم ہے، نتیجتاً وہ یہ دعوی کرتے ہیں اور عوام الناس اور علمائے کرام کو گمراہ کرتے ہیں کہ عام کرنسی اور کرپٹو کرنسی، دونوں ہی کمپیوٹر میں درج محض فرضی نمبر ہیں اور ان میں صرف بنیادی فرق حکومت کے کنٹرول کا ہے اور کرپٹو کرنسی کو اختیار کرنے میں صرف حکومتی ریگولیشن کی کمی ہے جبکہ حقیقتِ حال اور سائنسی حقائق اس سے یکسر مختلف ہیں، حقیقت یہ ہے کہ عام کرنسی اور کرپٹو کرنسی میں زمین آسمان کا فرق ہے اور دونوں کے درمیان صرف حکومتی کنٹرول کا فرق سمجھنا یکسر غلط ہے، ہم خاص طور پر عوام الناس کیلئے اور حضرات علمائے کرام کیلئے اس مضمون میں کرپٹو کرنسی اور عام کرنسی کے فرق کو واضح کررہے ہیں تاکہ ان کا فرق عیاں ہوجائے۔

(۱) ہر کوئی اپنی ذاتی کرپٹو کرنسی بنا سکتا ہے، اس وقت سترہ ہزار سے زیادہ کرپٹو کرنسیاں وجود میں آچکی ہیں۔

☆ عام کرنسی کو ہر شخص نہیں بنا سکتا۔

---

* لیکچرر، منسٹر ٹیکنالوجی یونیورسٹی آئرلینڈ

(۲) نئی کرپٹو کرنسی (بٹ کوائن) مائننگ کے عمل سے وجود میں آتی ہے، مائننگ کے عمل میں مائنزر کے درمیان مسابقت ہوتی ہے، کوئی اسے دریافت کرنے میں کامیاب ہوتا ہے اور بیشتر ناکام، مائننگ کے عمل میں بہت غیر یقینی صورتِ حال ہوتی ہے یعنی اس بات کی گارنٹی نہیں ہوتی کہ کوئی مائنز اپنے وسائل لگا کر مائننگ کے عمل میں کامیاب بھی ہوجائے گا یعنی مائنز اپنے وسائل (کمپیوٹر اور بجلی) کو خرچ کرتا ہے لیکن اسے اس کا صلہ ملنا یقینی نہیں ہوتا، عام کرپٹو کرنسی صارف کیلئے مائننگ کے عمل میں کامیاب ہونے کا کھربوں احتمالات میں سے ایک احتمال ہوتا ہے۔

☆ عام کرنسی کے اندر یہ صورتِ حال نہیں ہوتی اور کرنسی بنانے کے عمل کی ذمہ داری حکومتی اداروں کی ہوتی ہے۔

(۳) کرپٹو کرنسی کے اندر ٹرانزیکشن (عقود) کا نفاذ دوسروں پر موقوف ہے اور اس کے بغیر ٹرانزیکشن مکمل نہیں ہوتی۔

☆ عام کرنسی میں یہ صورتِ حال نہیں ہوتی اور ٹرانزیکشن کا نفاذ دوسروں پر موقوف نہیں۔

(۴) کرپٹو کرنسی کے مائننگ کے عمل کے نتیجے میں معاوضہ ملتا ہے جو کرپٹو کرنسی (بٹ کوائن) ہی کی شکل میں ہوتا ہے۔

☆ یہ صورتِ حال عام کرنسی میں نہیں ہوتی۔

(۵) کرپٹو کرنسی کے اندر ٹرانزیکشن فیس ہوتی ہے۔ جو زیادہ فیس اپنی ٹرانزیکشن کی دے گا، مائنرز کوشش کرتے ہیں کہ ایسی ٹرانزیکشن کو اپنے بلاک مائن کرنے کا حصہ بنائیں تاکہ مائنرز کو زیادہ معاوضہ مل سکے۔ اس صورتِ حال میں ان ٹرانزیکشنز کو زیادہ فوقیت ملتی ہے جن کی فیس زیادہ ہوتی ہے۔

☆ عام کرنسی کو ٹرانسفر کرنے کی صورت میں بھی کچھ ٹرانزیکشن فیس ہوتی ہے مگر تمام ٹرانزیکشنز کو یکساں برتا جاتا ہے۔

(۶) کرپٹو کرنسی کو کسی حکومتی ادارے کی جانب سے جاری نہیں کیا جاتا اور اسے لیگل ٹینڈر تصور نہیں کیا جاتا۔

☆ عام کرنسی کو حکومتی ادارے کی جانب سے جاری کیا جاتا ہے اور اسے لیگل ٹینڈر تصور کیا جاتا ہے۔

(۷) کرپٹو کرنسی کا حسی طور پر کوئی وجود نہیں ہے، حسی طور پر تو درکنار ڈیجیٹل طور پر بھی موجود نہیں ہوتی

☆ عام کرنسی کا حسی طور پر وجود ہوتا ہے چاہے وہ کاغذی شکل میں ہو یا سکے کی شکل میں ہو، حتیٰ کہ اگر عام کرنسی کو ڈیجیٹل طور پر بھی استعمال کیا جائے تو اس کو حسی طور پر بھی حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اس

وقت دنیا میں کاغذی کرنسی کے تناظر میں ڈیجیٹلائزیشن بہت بڑھ گئی ہے یعنی کاغذی کرنسی کا ڈیجیٹل استعمال بہت زیادہ ہورہا ہے مثلاً آن لائن پیمنٹ یا اے ٹی ایم یا ڈیبٹ کارڈ وغیرہ کی صورت میں، موجودہ معاشی نظام، فریکشنل ریزروسسٹم میں کرنسی کا بھی ڈیجیٹل اندارج ہی ہوتا ہے اور جو کمپیوٹر کے کھاتوں میں اندارج شدہ کرنسی ہوتی ہے اس کے مقابلے میں حسی کرنسی کی مقدار بہت کم ہے۔اس صورت میں یہ اشکال کیا جاسکتا ہے کہ یہ عام کرنسی اور کرپٹوکرنسی، دونوں ہی کمپیوٹر میں درج محض فرضی نمبر ہیں اور ان میں صرف بنیادی فرق حکومت کا کنٹرول کا ہے۔
اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ جب صارف ڈیجیٹل طور پر کھاتے میں اندارج شدہ کرنسی کا مطالبہ کرتا ہے تو بینک مطالبہ کرنے والے شخص کو حسی وجود رکھنے والی رقم ادا کرنے کا پابند ہے چاہے بینک کو مرکزی بینک سے قرض لینا پڑے یا نئے کرنسی نوٹ چھاپنے پڑیں، مزید تفصیل کیلئے یہ حوالہ دیکھئے[1]۔

(۸) کرپٹوکرنسی کا کرنسی کے علاوہ کوئی فائدہ حاصل نہیں کیا جاسکتا، کرپٹوکرنسی بذاتِ خود کوئی سافٹ ویئر نہیں ہے، نہ اس کو سافٹ ویئر کی طرح استعمال کیا جاسکتا ہے اور نہ اس سے ذاتی انتفاع حاصل کیا جاسکتا ہے اور نہ یہ دوسرے کمپیوٹر پروگرامز اور ایپلیکیشنز کی طرح ہے،اس کی ذاتی قیمت Intrinsic value بھی نہیں ہوتی اور اس میں مصنوعی طور پر قیمت پیدا کی گئی ہے، کسی کرپٹوکرنسی کے استعمال کرنے والے اس کرپٹوکرنسی کی مارکیٹ میں اس کرپٹوکرنسی کی طلب اور رسد کی بنیاد پر اس کی قدر کا تعین کرتے ہیں۔

☆ عام کرنسی کا کرنسی کے علاوہ بھی کسی نہ کسی شکل میں فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے اور اس کی ذاتی قیمت Intrinsic value بھی ہوتی ہے، خواہ وہ ذاتی قیمت اس کی فیس ویلیو سے بہت کم ہی کیوں نہ ہو۔

(۹) بٹ کوائن کرپٹوکرنسی میں کوائن سرے سے موجود ہی نہیں ہوتے بلکہ بٹ کوائن کرپٹوکرنسی کھاتے یعنی لیجر میں محض فرضی نمبروں کا اندراج ہے۔

☆ عام کرنسی محض فرضی نمبروں کا اندراج نہیں ہے بلکہ حقیقی کرنسی کا کھاتے میں اندراج کیا جاتا ہے۔

(۱۰) عالمی معاشی ماہرین کے مطابق کرپٹوکرنسی، کرنسی نہیں ہے!یورپی یونین کی اقتصادی اور مالیاتی امور کی کمیٹی نے اپنی رپورٹ یورپین پارلیمنٹ میں جمع کروائی ہے جس میں عالمی معاشی ماہرین کے مطابق

ڈیجیٹل کرنسیوں کو بطور آلہ مبادلہ استعمال نہیں کیا جارہا اور نہ ہی کیا جاسکتا ہے [(2)] نیز کرپٹو کرنسیوں کو بطور قدر شمار کرنے کے استعمال نہیں کیا جاسکتا ہے۔خلاصہ یہ کہ کرپٹو کرنسیاں، کرنسی کے بنیادی اوصاف پر پورا نہیں اترتیں۔

☆ عام کرنسی کو بطور آلہ مبادلہ استعمال کیا جاتا ہے اور یہ کرنسی کے بنیادی اوصاف پر پورا اترتی ہیں۔

(۱۱) بٹ کوائن کرپٹو کرنسی کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں کیا جاتا بلکہ ٹرانزیکشن کا لیجر میں اندراج کیا جاتا ہے جو کہ بٹ کوائن کرپٹو کرنسی کی ملکیت کے ثبوت کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے اور اس کیلئے ''پبلک پرائیوٹ کی'' اور ''یوٹی ایکس او'' UTXO کا استعمال کیا جاتا ہے۔

☆ عام کرنسی کو حقیقی طور پر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جاتا ہے اور اگر عام کرنسی کا ڈیجیٹل ٹرانسفر ہو تب بھی Settlement سیٹلمنٹ کرلی جاتی ہے اور باقاعدہ منتقلی عمل میں لائی جاتی ہے

(۱۲) ایک سائنسی تحقق کے مطابق بٹ کوائن کو بطور کرنسی استعمال نہیں کیا جارہا اور نہ ہی کیا جاسکتا ہے، تقریبا دو سے پانچ فیصد لوگوں نے بٹ کوائن کو چیزوں اور اشیا کی خریداری کیلئے استعمال کیا جبکہ پچانوے فیصد لوگوں نے اس کو بطور سرمایہ کاری کے استعمال کیا۔[(3)]

☆ عام کرنسی کی صورتِ حال اسکے برعکس ہوتی ہے، گو کہ لوگ اسکا کچھ فیصد حصہ سرمایہ کاری کیلئے استعمال کرسکتے ہیں مگر عام کرنسی کا بنیادی استعمال چیزوں، سروسز اور اشیا کی خریداری کیلئے ہی ہوتا ہے۔

(۱۳) یورپی سپروائزری اتھارٹیز صارفین کو خبردار کرتی ہیں کہ بہت سے کرپٹو اثاثے انتہائی رسکی اور سٹے بازی یعنی قیاس آرائی پر مبنی ہیں۔ یہ زیادہ تر ریٹیل صارفین کے لیے بطور سرمایہ کاری یا ادائیگی یا تبادلے کیلئے موزوں نہیں ہیں[(4)]

☆ عام کرنسی کے اندر ایسی صورتِ حال نہیں ہوتی کہ حکومتی ادارے لیگل ٹینڈر کے بارے میں ہی یہ کہیں کہ یہ سرمایہ کاری یا ادائیگی کیلئے موزوں نہیں ہیں۔

(۱۴) ایک سائنسی تحقیق کے مطابق تین کرپٹو کرنسیوں یعنی ڈوج کوائن Dogecoin، زیڈکیش ZCash اور ایتھریم کلاسک Ethereum Classic میں اکیاون فیصد سے زیادہ دولت سو سے کم لوگوں (ایڈریس) کے پاس مرتکز ہے [(5)] یعنی مجموعی طور کرپٹو کرنسی میں دولت کی تقسیم سائنسی اعداد وشمار کے مطابق اصلی دنیا کی معیشت سے بھی بری ہے۔

☆ عام کرنسی کے اندر بھی دولت کچھ لوگوں کے پاس مرتکز ہوتی ہے مگر یہ دولت کی تقسیم کرپٹو کرنسی کی

حد تک بری نہیں ہے۔

(۱۵) کرپٹو کرنسی کو انتظامی طور پر کچھ ادارے اور لوگ کنٹرول کرتے ہیں اور یہ مروجہ سودی بینک نظام سے بھی بدتر ہے۔

☆ عام کرنسی کی کنٹرولنگ حکومتی اداروں کے زیرِ نگرانی ہوتی ہے۔

(۱۶) بٹ کوائن سے چیزوں کی خریداری صرف کمپیوٹر یا موبائل فون سے ہی ممکن ہے، اس کے بغیر اس کی پیداوار، اس کا تبادلہ اور اس کے ذریعے روزمرہ کی اشیا کی خریداری ممکن نہیں یعنی بٹ کوائن نیٹ ورک کا حصہ بننا ضروری ہے۔

☆ عام کرنسی میں یہ صورتِ حال نہیں اور اس کیلئے کسی خاص نیٹ ورک (بلاک چین) کا حصہ بننے کی ضرورت نہیں ہے۔

(۱۷) کرپٹو کرنسی کی قیمت میں بہت زیادہ اتار چڑھا ہے جس کے سبب اس کا استعمال سٹے بازی میں بہت ہو رہا ہے۔

☆ عام کرنسی کے اندر بھی اتار چڑھاؤ ہوتا ہے مگر اتنا نہیں کہ جتنا کرپٹو کرنسی میں ہوتا ہے۔

(۱۸) اس کی قیمت میں کمی اور زیادتی پر چند لوگ اور اداروں کا قبضہ ہے اور یہ حقیقی طور پر ڈی سینٹرلائزڈ نہیں ہے جیسا کہ دعوی کیا جاتا ہے۔ شروع کے دو سالوں میں بٹ کوائن کی تمام دولت پر محض ۶۴ لوگوں کا قبضہ تھا(6) یعنی بٹ کوائن لانچ ہونے سے لے کر بٹ کوائن کی قیمت ایک امریکی ڈالر تک یعنی تقریباً دو سال کا عرصہ، چونسٹھ لوگ وہ ہیں جنہوں نے زیادہ تر بٹ کوائن کو مائن کیا۔

☆ عام کرنسی سینٹرلائزڈ ہوتی ہے اور حکومتیں اسے کنٹرول کرتی ہیں۔

(۱۹) عالمی معاشی ماہرین کی نزدیک بٹ کوائن کرپٹو کرنسی لاٹری کی ایک شکل ہے۔(7)

☆ عام کرنسی کے بارے میں عالمی معاشی ماہرین کی یہ رائے نہیں ہے۔

(۲۰) نومبر سن ۲۰۲۱ء تک ۹ ممالک نے کرپٹو کرنسی پر واضح پابندی لگادی ہے، کرپٹو کرنسی پر واضح پابندی لگانے والے نو ممالک میں یہ ممالک شامل ہیں: الجزائر، بنگلہ دیش، تیونس، چین، مصر، عراق، مراکش، نیپال اور قطر۔

نومبر سن ۲۰۲۱ء تک ۴۲ ممالک نے کرپٹو کرنسی پر چھپی ہوئی پابندی لگادی ہے، چھپی ہوئی پابندی سے مراد یہ ہے کن ممالک میں بینکوں اور دیگر مالیاتی اداروں کو کرپٹو کرنسیوں میں لین دین کرنے یا کرپٹو

کرنسیوں میں کاروبار کرنے والے افراد یا کاروباروں کو خدمات پیش کرنے سے روکنا یا کرپٹو کرنسی ایکسچینج پر پابندی لگانا شامل ہیں، جن بیالیس ممالک نے کرپٹو کرنسی پر چھپی ہوئی پابندی لگائی ہے ان میں یہ ممالک سرفہرست ہیں: بحرین، جارجیا، انڈونیشیا، کویت، لبنان، لیبیا، مالدیپ، مالی، پاکستان، سعودی عرب، ترکی، سینگال، ویت نام، اور تاجکستان وغیرہ شامل ہیں۔[(8)]

کرپٹو کرنسی سے متعلق ٹیکس قوانین اور انسداد منی لانڈرنگ اور انسداد دہشت گردی کے قوانین نافذ کرنے والے ملکوں کی تعداد نومبر ۲۰۲۱ء تک ۱۰۳ ممالک تک جا پہنچی ہے۔ یورپی پریلمان میں کرپٹو اثاثوں سے متعلق اس وقت Markets in crypto-assets (MiCA) کے نام سے ریگولیشن ہورہی ہے یعنی ایک نیا ریگولیٹری فریم ورک متعارف کروایا جائے گا جس کا مقصد سرمایہ کاروں کی حفاظت کرنا اور مالی استحکام کو یقینی بنانا ہے جبکہ جدت کی اجازت دیتے ہوئے اور کرپٹو اثاثہ کے شعبے کی کشش کو فروغ دینا ہے۔اس ریگولیشن کے دائرہ کار میں اسٹیبل کوائن بشمول دیگر کرپٹو اثاثے وکوائن آتے ہیں، اس ریگولیشن کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ یورپ اب کرپٹو کرنسی (بٹ کوائن) کو لیگل ٹینڈر تسلیم کررہا ہے یا کرپٹو کرنسی اب یورپ میں رائج ہورہی ہے، نیز اس ریگولیشن کی موجودگی میں بھی کرپٹو کرنسی پر یورپی سینٹرل بینک کی وارننگز برقرار ہیں کہ کرپٹو کرنسی میں سرمایہ کاری اور لین دین سے احتراز کیا جائے۔

☆ عام کرنسی پر اتنے وسیع پیمانے پر پابندی نہیں لگی ہوئی۔

(۲۱) موجودہ وقت میں کرپٹو کرنسی (بٹ کوائن) میں ٹرانزیکشن کی رفتار کم ہے۔

☆ عام کرنسیوں میں ٹرانزیکشن کی رفتار تیز ہوتی ہے۔

(۲۲) کرپٹو کرنسی مائننگ کے عمل سے بے تحاشہ بجلی کی ضیاع ہوتا ہے۔

☆ عام کرنسی میں یہ صورت نہیں ہے۔

(۲۳) کرپٹو کرنسی میں ٹرانزیکشن واپس نہیں ہوسکتی۔ٹرانزیکشن کی واپسی کیلئے نئی ٹرانزیکشن کرنی پڑتی ہے۔

☆ عام کرنسی میں ٹرانزیکشن واپس ہوسکتی ہے۔

(۲۴) کرپٹو کرنسی میں کوئی ٹرانزیکشن اگر غلط ایڈریس پر بھیج دی تو وہ واپس نہیں ہوسکتی۔

☆ عام کرنسی میں یہ صورتِ حال نہیں ہوتی۔

(۲۵) دیگر کرنسیوں کے مقابلے میں کرپٹو کرنسی (بٹ کوائن) کے ایکسچینج ریٹ میں ۱۴۲ فیصد اتار چڑھاؤ ہوا۔

☆ عام کرنسیوں میں یہ ایکسچینج ریٹ ۷ فیصد سے ۱۲ فیصد تک اتار چڑھاؤ ہوا جبکہ گولڈ (سونے) میں

یہ ۲۲ فیصد تک گیا ہے۔

(۲۶) کرپٹو کرنسی (بٹ کوائن) کو قدر کے شمار کرنے میں عام تاجروں کیلئے مشکلات ہیں اور اس کی وجہ ۴ سے زیادہ اعشاریہ میں قیمتوں کا تعین ہے۔

☆ یہ صورت عام کرنسی میں نہیں ہوتی۔

---

## حواشی وحوالہ جات


(1) حضرت مفتی محمد تقی عثمانی، اسلام اور جدید معیشت وتجارت، مکتبہ معارف القرآن، کراچی

[2] GERBA, E. and RUBIO, M., Virtual Money: How Much do Cryptocurrencies Alter the Fundamental Functions of Money?, Study for the Committee on Economic and Monetary Affairs, Policy Department for Economic, Scientific and Quality of Life Policies, European Parliament, Luxembourg, 2019.

[3] Dirk G. Baur, KiHoon Hong, Adrian D. Lee, Bitcoin: Medium of exchange or speculative assets?Journal of International Financial Markets, Institutions and Money, Vol 54, 2018.

[4] European Supervisory Authorities Warnings on Cryptocurrency, Source: https://www.eba.europa.eu/eu-financial-regulators-warn-consumers-risks-crypto-assets

[5] Ashish Rajendra Sai, Jim Buckley and Andrew Le Gear, Characterizing Wealth Inequality in Cryptocurrencies, Frontiers in Blockchain, Vol. 4, Article 730122, Dec 2021.

[6] Alyssa Blackburn, Christoph Huber, Yossi Eliaz, Muhammad Saad Shamim, David Weisz, Goutham Seshadri, Kevin Kim, Shengqi Hang, Erez Lieberman Aiden, Cooperation among an anonymous group protected Bitcoin during failures of decentralization, CoRR abs/2206.02871, Jun 2022.

[7] Mark Carney (Bank of England Governor), The Future of Money, Bank of England, 2018. https://www.bankofengland.co.uk/speech/2018/mark-carney-speech-to-t he-inaugural -scottish-economics-conference


---


نوٹ: قارئین ''الحق'' سے گزارش ہے کہ جن کے پاس رسالہ کی سالانہ فیس کے بقایاجات واجب الادا ہیں وہ براہ کرم فوراً درج ذیل نمبر پر رابطہ کرکے جمع کرائیں۔

0333-9167789 - 0315-9898998 - 0923-630435

مفتی سید انور شاہ*

# کاروباری دنیا میں جھگڑوں کے بنیادی اسباب اور ان کا حل

ہمارے سماج میں آپس کی رنجشوں، نفرتوں، جھگڑوں اور تنازعات کا جو سلسلہ چل رہا ہے، ان کی تہہ میں اگر دیکھا جائے تو ان کے اسباب میں سے ایک بنیادی سبب کاروباری معاملات کو صاف اور واضح نہ رکھنا ہے، چنانچہ روپیہ، پیسہ، زمین وجائداد اور دیگر مالی معاملات کو صاف نہ رکھنے کی وجہ سے بعض اوقات جو جھگڑے اور عداوت پیدا ہوتی ہے، وہ کئی پشتوں کو اپنے لپیٹ میں لے لیتی ہے اور پرانے تعلقات کو دیکھتے ہی دیکھتے بھسم کرڈالتا ہے اور اس کی وجہ سے بڑی مثالی دوستیاں آن کی آن میں دشمنیوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ وجہ وہی زر وزمین اور بزنس کے معاملات کا ابہام اور واضح نہ ہونا ہی ہوتا ہے، حالانکہ اسلام نے معاملات کی صفائی کی طرف خاص توجہ دلائی ہے کہ جو بھی معاملہ کیا جائے، خواہ وہ قریب ترین رشتہ دار، بھائیوں کے درمیان ہو، باپ بیٹے کے درمیان ہو، شوہر اور بیوی کے درمیان ہو، غرض کسی بھی شخص اور فرد کے ساتھ جو بھی معاملہ ہو، وہ بالکل واضح اور بے غبار ہونا چاہئے، اس میں ایسا ابہام نہیں ہونا چاہئے جو آئندہ کسی تنازع اور جھگڑے کا باعث ہو، اسی لئے خرید وفروخت کی ایسی تمام صورتوں کو منع کیا گیا ہے، جس میں فروخت کی جانے والی چیز، ادا کی جانے والی قیمت، سامان کی سپردگی کے مقام اور ادھار کی صورت میں قیمت یا ادائیگی کا وقت مبہم ہو، تجارت کے بہت سے احکام اسی اصول پر مبنی ہیں۔ اس لئے شرعی نقط نظر سے جو معاملات کسی بھی پہلو سے ابہام کی وجہ سے آئندہ کسی نزاع کا سبب بن سکتے ہیں وہ درست نہیں ہوں گے۔

## آپس میں بھائیوں کی طرح رہو مگر معاملات اجنبیوں کی کرو

معاملات کے باب میں اہل علم حضرات لکھتے ہیں: ''آپس میں بھائیوں کی طرح رہو لیکن لین دین کے معاملات اجنبیوں کی طرح کرو'' (التمثیل والمحاضر للثعالبی)

---

* استاد ومفتی جامعہ بیت السلام کراچی

مطلب یہ ہے کہ روزمرہ کی زندگی میں ایک دوسرے کے ساتھ ایسا برتا اور حسن سلوک کرو، جیسے ایک مخلص بھائی کو دوسرے بھائی کے ساتھ کرنا چاہیے، جس میں ایثار، محبت، شفقت، مروت، رواداری، تحمل اور انسانیت کا جذبہ ہولیکن جب روپے پیسے اور تجارت ونفع کے لین دین، جائیداد کے معاملات اور شرکت وحصہ داری کا معاملہ آ جائے تو اچھے تعلقات کی حالت میں بھی انہیں اس طرح انجام دو، جیسے دو اجنبی افراد انہیں انجام دیتے ہیں کہ معاملہ کا ہر پہلو اور بات صاف اور واضح ہو، نہ کوئی پہلو مبہم رہے، اور نہ معاملہ کی حقیقت میں کوئی اشتباہ باقی رہے، اگر محبت، اتفاق اور خوشگوار تعلقات کی حالت میں اس اصول پر عمل کر لیا جائے تو بعد میں پیدا ہونے والے بہت سے فتنوں اور جھگڑوں کا سد باب ہو جاتا ہے لیکن افسوسناک صورت یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں اس اصول کو یکسر نظرانداز کیا جاتا ہے، جس کی ایک واضح صورت ہمارے معاشرے میں یہ ہے۔

## کاروبار میں والد کے ساتھ اولاد کی شرکت

ہمارے ہاں تجارت وکاروبار میں عام طور پر یوں ہوتا ہے کہ ایک شخص نے کاروبار شروع کیا، اس وقت اس کے بچے چھوٹے تھے، رفتہ رفتہ کاروبار بھی بڑھا اور بچے بھی بڑھے ہو کر اپنے والد کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں، ان کے کاروبار میں پورے طور پر معاونت کرتے ہیں، اس کاروبار کو اپنا کاروبار تصور کرتے ہیں اور حسب استطاعت اس کو ترقی دینے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں، والد ان کی جملہ ضروریات کی مکمل کفالت کرتا ہے اور جب تک حالات خوشگوار رہتے ہیں، ان کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ یہ مشترکہ نظام برقرار رہے لیکن جب والد کی زندگی میں اور یا ان کے انتقال کے بعد اس کاروبار کی تقسیم کا مسئلہ سامنے آتا ہے تو بڑے لڑکوں کو یہ احساس ہوتا ہے کہ کاروبار میں چھوٹے بھائیوں کی بنسبت ان کا تعاون زیادہ رہا ہے، اس لئے اسی تناسب سے انہیں زیادہ حصہ ملنا چاہئے، پھر جب تمام بھائیوں کے درمیان کاروبار کی مساوی طور پر تقسیم کی بات ہوتی ہے تو ان کی احساس کو ٹھیس پہنچتی ہے اور وہ اس میں اپنی حق تلفی محسوس کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں بھائیوں کے درمیان فاصلے بڑھنے لگتے ہیں، یوں قریبی رشتہ داروں کے درمیان نفرت کی دیوار قائم ہوتی ہے اور بات مقدمہ بازی اور خون بہانے تک پہنچ جاتی ہے، اس لئے ہونا یہ چاہیے کہ اگر کسی کاروبار میں والد کے ساتھ ان کے بچے بھی شریک ہوں تو جس وقت وہ شریک ہوں اسی وقت یہ طے ہونا چاہئے کہ اس کاروبار میں ان کی شرکت کس حیثیت سے ہے؟ کیا وہ اس میں پاٹنر ہیں؟ یا ان کی حیثیت ملازم کی ہے؟ یا وہ محض اپنے والد کے معاون و مددگار ہیں؟ لیکن جس وقت لڑکے والد کے خواہش پر کاروبار

میں عملی طور پر شریک ہو جاتے ہیں تو اس وقت معاملہ کو واضح کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی، چنانچہ ہر شخص اپنی خواہش یا ضرورت کے مطابق کاروبار کی آمدنی استعمال کرتا رہتا ہے، اگر کسی وقت کوئی شخص یہ تجویز پیش کرے کہ کاروبار میں حصہ یا تنخواہ وغیرہ متعین کر لینی چاہیے تو اسے محبت، اتفاق اور غیرت کے خلاف سمجھا جاتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس طرح کے کاروبار کا انجام اکثر و بیشتر یہ ہوتا ہے کہ دل ہی دل میں ایک دوسرے کے خلاف نفرتیں اور رنجشیں پرورش پاتی رہتی ہیں، خاص کر جب تقسیم کا مرحلہ آتا ہے تو ہر شخص یہ سمجھتا ہے کہ میرے ساتھ ظلم ہوا ہے، دوسرے نے کاروبار سے زیادہ فائدہ اٹھایا ہے، اندر ہی اندر ان رنجشوں کا لاوا پکتا رہتا ہے اور بالآخر جب رنجشیں بدگمانیوں کے ساتھ مل کر پہاڑ بن جاتی ہیں تو یہ آتش فشاں پھٹ پڑتا ہے، محبت و اتفاق کے سارے دعوے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔ زبانی تو تکار سے لے کر لڑائی، جھگڑے اور مقدمہ بازی تک کسی کام سے دریغ نہیں ہوتا۔ بھائی بھائی کی بول چال بند ہو جاتی ہے۔ ایک بھائی دوسرے کی صورت دیکھنے کا روادار نہیں رہتا، جس کے قابو میں کاروبار کا جتنا حصہ آتا ہے وہ اس پر قابض ہو کر عدل وانصاف کا جنازہ نکال لیتا ہے، اپنی نجی مجلسوں میں ایک دوسرے کے خلاف، الزامات، بدزبانی اور بدگمانی جیسے خطرناک گناہوں کا سلسلہ چل رہا ہوتا ہے چونکہ سالہا سال مشترکہ کاروبار کا نہ کوئی اصول طے تھا اور نہ حساب و کتاب کا خیال رکھا گیا ہوتا ہے، اس لئے بسا اوقات اختلاف کو ختم کرنے کے لئے افہام و تفہیم کی بھی کوشش کی جائے تو بھی مصالحت کا کوئی ایسا فارمولا وضع کرنا بھی انتہائی دشوار ہو جاتا ہے، جو تمام متعلقہ فریقوں کے لئے قابل قبول ہو۔

## معاملہ کرتے وقت کن پہلوؤں کو واضح کرنا ضروری ہے؟

یہ سارا فتنہ وفساد اس وجہ سے پیدا ہوتا ہے کہ کاروبار کے آغاز میں معاملہ صاف اور واضح نہیں رکھا تھا۔ اگر شروع ہی میں یہ بات واضح کی جائے کہ کس کی کیا حیثیت ہے؟ آیا وہ ملازمت کے طور پر کام کر رہا ہے؟ یا شرکت اور تعاون کے طور پر؟ تو بعد میں پیش آنے والی پیچیدگیوں اور جھگڑوں کا سد باب ہو جائے لہٰذا اگر کسی کاروبار میں ایک سے زیادہ افراد کام کر رہے ہیں تو پہلے ہی مرحلے میں ان میں سے ہر شخص کی حیثیت کا تعین ضروری ہے کہ وہ تنخواہ پر کام کرے گا؟ یا کاروبار میں باقاعدہ حصہ دار ہوگا؟ یا محض اپنے والد کی معاونت کرے گا؟

پہلی صورت میں اس کی تنخواہ متعین ہونی چاہئے، نیز یہ وضاحت بھی کر لی جائے کہ وہ

کاروبار کا حصہ دار نہیں ہوگا۔ دوسری صورت میں اگر اسے ملکیت میں باقاعدہ حصہ دار بنانا ہے تو اس کے لئے شرعاً یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی طرف سے کاروبار میں کچھ سرمایہ شامل ہونا چاہئے جس کی صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ باپ اسے کچھ نقد رقم ہبہ کردیا اور وہ اس رقم سے کاروبار کا فیصد کے اعتبار سے ایک متعین حصہ خرید لیا اور فیصد کیا عتبار سے نفع کی تعیین بھی کرلے، یہ تمام تفصیلات تحریری طور پر ایک معاہدہ کی شکل میں محفوظ کرلینی چاہئے، تاکہ بعد میں کوئی الجھن پیدا نہ ہو، اگر کسی ایک حصہ دار کو کاروبار میں وقت اور کام زیادہ کرنا پڑتا ہو تو یہ بات بھی طے کرلینی چاہئے کہ زیادہ کام وہ رضا کارانہ طور پر کرے گا؟ یا اس کا کوئی معاوضہ اسے دیا جائے گا، اگر کوئی معاوضہ دیا جائے گا تو وہ نفع کے فیصد حصے میں اضافہ کرکے دیا جائے گا، یا الگ سے متعین تنخواہ کی صورت میں؟ غرض! ہر فریق کے تمام امور وحقوق اتنے واضح ہوں کہ ان میں کوئی ابہام واشتباہ باقی نہ رہے۔

## معاملات کے صفائی کو محبت، اتفاق اور غیرت کے سمجھنا دھوکا ہے

اگر بالفرض کسی کاروبار میں اب تک ان باتوں پر عمل نہ کیا گیا ہو، تو جتنی جلدی ہوسکے ان امور کو واضح طور پر طے کرلیا جائے، اس میں کسی شرم، مروت اور طعن وتشنیع کو آڑے نہ آنے دینا چاہئے، معاملات کے متعلق اس صفائی اور وضاحت کو محبت، اخوت، احترام اور اتحاد واتفاق کے خلاف سمجھنا بہت بڑا دھوکہ ہے، ورنہ آگے چل کر یہ محبت واتحاد عداوت میں تبدیل ہوسکتی ہے۔

## والد کی بزنس میں شرکت کے متعلق اہم مسائل

آج کل دارالافتاؤں میں اس طرح کے مسائل کثرت سے آتے ہیں، خاص کر جب میراث کی تقسیم کا مرحلہ سامنے آتا ہے، تو اس وقت اس طرح کے تنازعات کثرت سے پیش آتے ہیں، چوں کہ میرا تعلق بھی دارالافتاء سے ہے اور فتوی کے کام سے منسلک ہوں، اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ شرعی نقطہ نظر سے ان مسائل کو تفصیل سے لکھ دوں تاکہ ان مسائل سے آگاہ ہوکر ہم سب اس پر عمل پیرا ہوسکیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ شریعت کا اصل حکم تو وہی ہے کہ کاروبار کے شروع ہی میں ہر ایک کی حیثیت کا تعین کرلینا چاہئے اور معاملہ ہر پہلو سے واضح کردینا چاہئے۔

## کاروبار میں شریک اولاد باپ کی زیر کفالت ہو

تاہم اگر معاملہ کو ابتدا میں ویسی ہی چھوڑ دیا تھا، کسی چیز کی وضاحت نہیں ہوتی تھی تو اس پس منظر میں پہلے مسئلہ یہ ہے کہ اگر والد نے اپنے سرمائے سے کاروبار شروع کیا، بعد میں اس کے لڑکوں

میں سے بعض والد کی خواہش پر کاروبار میں شریک ہوگئے مگر انہوں نے الگ سے اپنا کوئی سرمایہ نہیں لگایا اور والد نے بھی ایسے لڑکوں کی کوئی حیثیت متعین نہ کی ہوتو اگر یہ لڑکے والد کے زیر کفالت ہوں تو اس صورت میں لڑکے والد کے معاون شمار کئے جائیں گے اور ان کی طرف سے یہ عمل تبرع شمار کیا جائے گا، ان کی حیثیت پارٹنر یا ملازم کی نہیں ہوگی، ہمارے ہاں عرف بھی یہی ہے کہ اس طرح کاروبار کی کل آمدنی باپ کی ملکیت شمار ہوتی ہے اور اولاد محض معاون ومددگار ہوتے ہیں لہٰذا مذکورہ صورت میں کاروبار کی کل آمدنی باپ کی ملکیت ہوگی اور اس کے انتقال کے بعد معاونت کرنے والے لڑکوں کو الگ سے کچھ نہیں ملے گا بلکہ دوسرے بیٹوں کے ساتھ ان کو میراث میں مساوی طور پر حصہ ملے گا (یعنی سب لڑکوں کو برابر حصہ ملے گا۔)

## بزنس میں شریک بعض بیٹے زیر کفالت نہ ہو

اگر بیٹے باپ کی کفالت میں نہ ہوں یعنی باپ ان کی جملہ ضروریات کے اخراجات برداشت نہ کرتا ہوتو ایسی صورت میں اگر متعین اجرت سے کام کرنا طے ہوا ہوتو لڑکے اسی اجرت کے حقدار ہوں گے تاہم اگر اس صورت میں اجرت طے نہ ہوئی ہ، وتو جہالت کی وجہ سے یہ اجارہ فاسدہ ہوگا، جس کا حکم یہ ہے کہ کل سرمایہ بمع نفع باپ کا ہوگا اور بیٹے اجرت مثل کے مستحق ہوں گے، خیال رہے کہ ان دوصورتوں میں اولاد کی حیثیت ملازم کی ہوگی اور اگر اجرت کے متعلق بالکل بھی وضاحت نہ ہوئی ہوتو ایسے میں بیٹوں کا یہ عمل تبرع اور احسان کے زمرے میں آئے گا اور وہ اجرت کے حقدار نہیں ہوں گے، کیوں کہ اجرت کا استحقاق عقدِ اجارہ سے ثابت ہوتا ہے جبکہ یہاں کوئی عقد نہیں ہوا ہے لہٰذا اس صورت میں بیٹوں کی حیثیت محض معاون اور متبرع کی ہوگی، کل مال باپ کی ملکیت شمار ہوگی، علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

> الأب وابنه يكتسبان فی صنعة واحدة ولم يكن لهما شی فالكسب كله للأب إن كان الابن فی عياله لكونه معينا له ألا ترى لو غرس شجرة تكون للأب (رد المحتار، فصل فی الشركة، مطلب: اجتمعا فی دار واحد واكتسبا ولا يعلم التفاوت ٦/٤٩٧)

ہندیہ میں ہے:

> أب وابن يكتسبان فی صنعة واحدة ولم يكن لهما شیء فالكسب كله للأب

إن كان الابن في عياله لكونه معينا له ، الا ترى أنه لو غرس شجرة تكون للأب(الباب الرابع: فى شركة الوجوه وشركة الأعمال،۲/۳۳۲،مكتبة دارالفكر)

## اولاد نے مشترکہ کاروبار میں کچھ سرمایہ بھی لگایا ہو

اگر یہی صورت ہو لیکن بیٹوں نے کاروبار میں شریک ہوتے وقت اپنا کچھ سرمایہ بھی والد کی اجازت سے کاروبار لگایا ہو تو اس صورت میں اگر شرکت کی غرض سے سرمایہ لگایا گیا ہو تو بیٹوں کی حیثیت شریک اور پارٹنر کی ہوگی اور بیٹے اپنے سرمایہ کے تناسب سے کاروبار اور اس کے منافع میں شریک ہوں گے، اگر سرمایہ قرض کہہ کر دیا ہے تو قرض شمار ہوگا البتہ اگر زبانی طور پر شرکت یا قرض وغیرہ کی کوئی صراحت نہیں ،مگر لڑکے کا مقصود سرمایہ لگانے سے والد کی اعانت اور اس کے ساتھ حسن سلوک ہے تو پھر یہ اس کی طرف سے تبرع ہے،کل کاروبار والد کا شمار ہوگا، تاہم اگر مذکورہ صورتوں میں سے کوئی بھی صورت نہیں ہے یعنی نہ کوئی صراحت ہے اور نہ ہی مقصد اعانت ہے تو پھر حسب عرف فیصلہ کیا جائے۔

فإذا خلطا المالين على وجه لا يمكن تمييز أحدهما عن الآخر؛ فقد ثبتت الشركة فى الملك؛ فينبنى عليه شركة العقد

(المبسوط / كتاب الشركة ۱۱/۱۵۲)

وفى رد المحتار: يقع كثيرا فى الفلاحين ونحوهم أن أحدهم يموت فتقوم أولاده عل تركته بلا قسمة ويعملون فيها من حرث وزراعة وبيع وشراء واستدانة ونحو ذلك، وتارة يكون كبيرهم هو الذى يتولى مهماتهم ويعملون عنده بأمره وكل ذلك على وجه الإطلاق والتفويض، لكن بلا تصريح بلفظ المفاوضة ولا بيان جميع مقتضياتها مع كون التركة أغلبها أو كلها عروض لا تصح فيها شركة العقد، ولا شك أن هذه ليست شركة مفاوضة، خلافا لماأفتى به فى زماننا من لا خبرة له بل هى شركة ملك كما حررته فى تنقيح الحامدية ثم رأيت التصريح به بعينه فى فتاوى الحاتوتى فإذا كان سعيهم واحدا ولم يتميز ما حصله كل واحد منهم بعمله يكون ما

جمعوه مشتركا بينهم بالسوية وإن اختلفوا فى العمل والرأى كثرة وصوابا كما أفتى به فى الخيرية

(٤٦٢/٦ كتاب الشركة ، مطلب : فيما يقع كثيرا فى الفلا حين )

وفى البدائع : وأما حم القرض فهو ثبوت الملك للمستقرض فى المقرض للحال، وثبوت مثله فى ذمة المستقرض للمقرض للحال، وهذا جواب ظاهر الرواية (فصل فى حكم القرض:٣٩٦/٧)

## مشترک فیملی میں بعض بھائیوں نے کسب معاش کے دوسرے ذرائع اختیار کئے اور بعض نے والد کا ہاتھ بٹھایا

(۲) دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر ایک بھائی یا کچھ بھائیوں نے کاروبار میں والد کا ہاتھ بٹھا دیا ہے جبکہ دوسرے دیگر بھائیوں نے کسب معاش کے دوسرے ذرائع اختیار کئے ہیں اور آپس میں ابھی تک تقسیم نہیں ہوئی ہے ،اس صورت میں اگر سب کا کھانا پینا ایک ساتھ ہو اور تمام بھائی کمائی والد کے پاس جمع کرتے ہوں تو کل مال باپ کی ملکیت شمار ہوگا۔ والد کے انتقال کے بعد تمام لڑکے اس مال کے حق دار ہوں گے۔ (یہاں اس بات کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر بیٹے باپ کے عیال میں ہیں اور آپس میں تقسیم نہیں ہوئی ہے تو خواہ سب ایک ہی کاروبار میں مشغول ہوں یا مختلف قسم کے کاروبار میں مشغول ہوں یعنی ایک کا کاروبار دوسرے کے کاروبار سے مختلف ہو، مثلا : ایک سبزی کے کاروبار میں لگا ہو اور دوسرا مارکیٹ میں فرنیچر کے کاروبار میں مشغول ہو، بہرصورت تمام مال کا مالک باپ ہوگا ، اس لئے کہ ہمارے عرف میں سب بھائیوں کو ایک مشترک فیملی کا فرد سمجھا جاتا ہے، ان کو علیحدہ تصور نہیں کیا جاتا، رہیں فقہائے کرام کی وہ عبارتیں جن میں لڑکے کے معاون ہونے کے لئے اتحادِ صنعت کی صراحت ہے تو اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ بظاہر اتحادِ صنعت کی وضاحت فقہائے کرام نے اپنے زمانے کے عرف کے اعتبار سے کی ہیں لہٰذا وہ اپنے زمانے کے عرف پر مبنی ہیں۔

آج کل صورت حال یہ ہے کہ بعض اوقات اولاد کو دوسرے ذرائعِ معاش اختیار کرنے کا مشورہ باپ دیتا ہے، اس سلسلے میں وہ اپنا مالی تعاون بھی کرتا ہے اور اپنے اثر ورسوخ کا استعمال بھی، اس کے نفع ونقصان کی فکر بھی کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میرے مختلف بیٹے مختلف ذرائع سے میرے معاون ہیں بلکہ بسا اوقات معاشی پریشانی کی وجہ سے باپ اپنے بعض لڑکوں کو دوسرے ملک بھیجتے ہیں

اور اس کے لیے لمبا چوڑا خرچہ برداشت کرتا ہے، اس کی ذمہ داری قبول کرلیتا ہے، کھانا سب مشترک ہی رہتا ہے، ایسی صورت میں لڑکوں کی دوسرے مما لک کی کمائی پوری باپ کی ملک ہوگی، ایسے لڑکے باپ کے معاون شمار ہوں گے، وہ اپنی کمائی کے تنہا مالک نہ ہوں گے البتہ اس صورت میں اگر کوئی لڑکا اپنا کھانا پینا الگ کردے اور باقاعدہ الگ ہونے کا والد سے اظہار کردے تو اس کے بعد وہ الگ شمار ہوگا اور اپنی کمائی کا وہ خود مالک ہوگا لہٰذا آج کل کے عرف میں لڑکے کے معاون ہونے کے لیے اتحادِ صنعت کی شرط قابل نظر ہے۔)

## الگ ذرائع معاش اختیار کرنے والوں کی کمائی کا حکم

اگر الگ ذرائع معاش اختیار کرنے والے بھائیوں کا رہنا سہنا اور کھانا پینا الگ ہو اور انہوں نے اپنا سرمایہ علاحدہ جمع کر رکھا ہو تو پھر وہ کمائی ان کی ذاتی ملکیت ہوگی، دوسرے بھائی اس میں شریک نہ ہوں گے۔

كما فى رد المحتار : زوج بنيه الخمسة فى داره و كلهم فى عياله واختلفوا فى المتاع فهو للأب ، و للبنين الثياب التى عليهم لا غير

(فصل فى الشركة الفاسد:٣٩٢/٤)

وأيضا فيه : الأب وابنه يتسبان فى صنعة واحدة ولم يكن لهما شى فالكسب كله للأب إن كان الا بن فى عياله لكونه معينا له ألا ترى لو غرس شجرة تكون للأب (ردالمحتار،فصل فى الشركة، مطلب: اجتمعا فى دار واحد واكتسبا ولا يعلم التفاوت٤٩٧/٦)

وفى الهندية : أب وابن يكتسبان فى صنعة واحدة ولم يكن لهما شىء فالكسب كله للأب إكان الابن فى عياله لكونه معينا له ، ألا ترى أنه لو غرس شجرة تكون للأب۔

(الباب الرابع: فى شركة الوجوه وشركة الأعمال،٣٣٢/٢،مكتبة دارالفكر)

وفى درر الحكام : فإذا كان الأب مزارعا والابن صانع أحذية فكسب الأب من الزراعة والابن من صناعة الحذاء ، فكسب كل واحد منهما لنفسه و ليس للأب المداخلة فى كسب ابنه لكونه فى عياله (٤٤٥/٣،مادة: ١٣٩٨)

## کاروبار ختم ہونے کے بعد اولاد میں سے کسی نے اپنے سرمایہ سے دوبارہ کاروبار شروع کیا

اس سلسلے میں ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ اگر کسی وجہ سے والد کا کاروبار ختم ہوگیا لیکن کاروبار کی جگہ خواہ مملوکہ ہو یا کرایہ پر حاصل کی گئی ہو، موجود ہو، اولاد میں سے کسی نے اپنا سرمایہ لگا کر اسی نام سے دوبارہ کاروبار شروع کیا ،اس صورت میں جس لڑکے نے سرمایہ لگا کر کاروبار شروع کیا ہے، یہ کاروبار اسی کی ملکیت شمار ہوگی ، والد اور دیگر بھائیوں کی ملکیت شمار نہیں ہوگی البتہ وہ مملوکہ جگہ والد کی ہوگی یا اگر دوکان کرایہ پر تھی اور اس سلسلے میں کچھ رقم پیشگی والد کو ادا کردیا تھا تو وہ رقم بھی والد کی ملکیت شمار ہوگی اور تمام بھائی والد کے بعد اس میں شریک ہوں گے ۔

عن عائشة قالت: قال رسول اللّٰہصلى الله عليه وسلم : الخراج بالضمان

(سنن أبي داؤد: باب فيمن اشترى عبدا فاستعمله (٣٦٨/٥)

وفى الدرالمختار : لا يستحق الربح إلا بإحد ثلاث: بمال، أو عمل، أو تقبل (مطلب شركة الوجوه:٣٢٤/٤)

اعلم أن أسباب الملك ثلاثة :ناقل كبيع وهبة وخلافة كإرث وأصالة وهو الاستيلاء حقيقة يوضع اليد أو حكما بالتهيئة كنصب الصيد لا لجفاف عل المباح الخالى عن مالك (الدرالمختار: كتاب الصيد:٤٦٣/٦)

وفى رد المحتار: وما اشتراه أحدهم لنفسه يكون له ويضمن حصة شركائه من ثمنه إذا دفعه من المال المشترك- (كتاب الشركة ٣٠٧/٤)

## ائمہ، خطبا اور علمائے کرام سے گزارش

ائمہ، خطبا اور علمائے کرام سے اپیل کی جاتی ہے کہ وہ اپنے اپنے علاقوں اور حلقوں میں معاملات کی صفائی کے سلسلے میں لوگوں کی ذہن سازی کریں ۔ شرکت اور میراث کے متعلق جو شرعی احکام ہیں ان سے ان کو آگاہ کریں ۔ خاص طور پر والدین اولاد اور بھائیوں کے درمیان کاروبار اور شرکت کے بنیادی مسائل سے واقف کرائیں ۔

---

ادارہ

# افکاروتاثرات بنام مدیر

● **شفیق احمد سلیم ملکانوی** (جامعہ معارف اسلامیہ، میاں ٹاؤن رحیم یار خان)

برادر مکرم عالی جناب حضرت مولانا راشد الحق سمیع صاحب مدظلہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! امید ہے مزاج سامی بخیر ہوں گے

حضرت! کئی ماہ ہونے کو ہیں انجناب نے بندہ نابکار کو عزیز تر از متاع جاں ''تفسیر لاہوری'' ارسال فرمائی تھی جسے چوما اور سر آنکھوں پر رکھا تھا اور مطالعہ بھی شروع کر دیا تھا، ارادہ ہی نہیں بلکہ عزم مصمم تھا کہ اس عظیم تفسیر پر کچھ سطور تحریر کروں گا مگر بخدا جب بھی قلم اٹھایا کچھ ہوش نہیں آیا کہ لکھوں تو کیا لکھوں؟ اپنی ہیچ میدانی اور بے مائیگی آڑے آئی ......

نہ شگوفہ، نہ برگ سبزم، نہ درخت سایہ دارم
در حیرتم کہ دہقاں بچہ کار کشت مارا

متعدد بار قلم کاغذ ہاتھ میں لیا اور پھر رکھ دیا، بس آپ کے اس احسان کا شکریہ ادا کرنے کے لئے بالآخر جی کڑا کے چند سطور سیاہ کی ہیں جو آپ کے پیش خدمت ہیں اور مجھ ایسوں کے لئے شاید یہ کہا گیا

واعظ داستان زن افسانہ بند
معنی او پست و حرف او بلند

حضرت! یہ تحریر تو کسی قدر بھی لائق اعتنا ہو تو اپنے موقر جریدہ ''الحق'' کے صفحات میں جگہ دے کر ان سطور کو اعزاز بخش دیجئے بصورت دیگر کوئی گلہ شکوہ نہ ہوگا۔

والسلام مع الاکرام

شفیق احمد سلیم ملکانوی

(جامعہ معارف اسلامیہ میاں ٹاؤن نزد سویڈش کالج رحیم یار خان)

☆ ☆ ☆

● **اظہر بختیار خلجی** (ناظم رابطہ، تنظیم اسلامی)

**محترم ومکرم مولانا راشد الحق سمیع صاحب** (مدیر اعلیٰ ماہنامہ '' الحق'' جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک )

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

دعا گو ہوں کہ آپ کو میرا خط ایمان ویقین کی بہترین کیفیت اور اہل وعیال کی خیر وعافیت کے ساتھ ملے۔ آپ کی جانب سے حضرت مولانا سمیع الحق شہید صاحب کی تاریخی وعظیم کاوش ''تفسیر لاہوری'' کا ہدیہ پرخلوص بنام امیر تنظیم اسلامی موصول ہوا تھا اور اس پر تبصرہ کا تقاضا کیا گیا تھا۔

فوری طور پر تو اس ہدیہ پرخلوص کی وصولی کا عریضہ آپ کی خدمت میں ارسال کر دیا گیا تھا اور اب حسب وعدہ امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ کا تبصرہ ارسال خدمت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت پر استقامت عطا فرمائے اور ہمارا حامی وناصر ہو۔

والسلام مع الاکرام

اظہر بختیار خلجی

ناظم رابطہ، تنظیم اسلامی

☆ ☆ ☆

● **مولانا غلام محمد** (مہتمم جامعہ دار العلوم بڈھ بیر، کوہاٹ روڈ پشاور)

**محترم المقام جناب مخدوم مولانا راشد الحق سمیع صاحب زید مجدکم**

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! ماہنامہ ''الحق'' کا ''شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق نمبر'' موصول ہوا، بہت بہت شکریہ، جزاک اللہ خیراً، احقر اس یادگار نمبر کی اشاعت پر آنجناب کو دلی مبارکباد دیتا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس تاریخی دستاویز کی قدر دانی کی توفیق مرحمت فرمائے، ہمہ جہتی حقانی فیوض و برکات کو تاابد قائم ودائم رکھے۔ (آمین) تاخیر سے جواب دینے پر معذرت خواہ ہوں، دعا گو ہوں اور دعا کا طالب ہوں۔

والسلام مع الاحترام

مولانا غلام محمد

١٦/ ذی الحجہ ۱۴۴۴ بمطابق ۵/ جولائی ۲۰۲۳ء

☆ ☆ ☆

صاحبزادہ عبدالحق ثانی

# دارالعلوم کے شب و روز

## حضرت نائب مہتمم مولانا حامد الحق حقانی صاحب کی مصروفیات

۲/اگست پشاور: جمعیت علما اسلام کے امیر اور جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے نائب مہتمم مولانا حامد الحق حقانی صاحب مدظلہ نے پشاور ایل آر ایچ اسپتال میں سانحہ باجوڑ کے زخمیوں کی عیادت کی اور ان کی صحت یابی کیلئے دعا اور زخمیوں کی حوصلہ افزائی کی، بعد ازاں مفتی محمودؒ مرکز پشاور میں حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہ سے تعزیت کی، وفد میں مولانا راشد الحق، مولانا سید محمد یوسف شاہ، مولانا عبدالواحد خطیب و دیگر ہمراہ تھے، اس موقع پر مولانا حامد الحق صاحب نے خطاب بھی کیا اور اپنے خطاب میں اس واقعے کی شدید مذمت کی اور مولانا فضل الرحمٰن صاحب کو یقین دلایا کہ غم کی اس گھڑی میں جمعیت علمائے اسلام اور دارالعلوم حقانیہ آپ کے ساتھ شانہ بشانہ رہیں گے، اس کے جواب میں مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہ نے مولانا حامد الحق اور وفد کا شکریہ ادا کیا اور موقع کی مناسبت سے مختصر تقریر بھی فرمائی۔

☆ ۴/اگست: جمعیت علما اسلام کے زیر اہتمام سانحہ باجوڑ کے حوالے سے منعقدہ گرینڈ قبائلی جرگہ میں شرکت کیلئے پشاور تشریف لے گئے اور خطاب فرمایا۔ تقریب سے میزبان مولانا فضل الرحمٰن صاحب، امیر جماعت اسلامی سراج الحق صاحب، محمود خان اچکزئی صاحب کے علاہ دیگر سیاسی و مذہبی رہنماؤں نے بھی خطاب فرمایا۔ ☆ ۸/اگست بروز منگل: خیبرپختونخواہ کے سابق وزیر اعلیٰ اور پی ٹی آئی پارلیمنٹیرینز کے سربراہ پرویز خان خٹک کی جامعہ تشریف لائے اور جمعیت علما اسلام کے امیر اور جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے نائب مہتمم مولانا حامد الحق حقانی صاحب مدظلہ سے ملاقات کی، ملکی سیاسی صورتحال اور دیگر امور پر تبادلہ کیا بعدازاں شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اور شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے قبور پر فاتحہ خوانی کی، اس موقع پر جمعیت علماء اسلام کے مرکزی جنرل سیکرٹری مولانا سید محمد یوسف شاہ، مولانا اسامہ سمیع، مولانا خزیمہ سمیع، ناظم عالمگیر خان اور راقم مولانا عبدالحق ثانی بھی موجود تھے ☆ ۳۰ جولائی: والد محترم حضرت مولانا حامد الحق حقانی مدظلہ نائب مہتمم جامعہ حقانیہ و امیر جمعیت علما اسلام پاکستان نے جامعہ اسلامیہ اضاخیل بالا نوشہرہ کا دورہ کیا۔

## علماء کے وفد کے اعزاز میں چینی سفارتخانے کی طرف سے عشائیہ

۲۲/اگست کو عوامی جمہوری چین کی ناظم الامور محترمہ مس فانگ اور سفارتخانے کی طرف سے چین جانے والے وفد کے اعزاز میں اسلام آباد میں واقع سفارتخانے میں ایک پرتکلف عشائیہ کا اہتمام کیا گیا، جس

میں مدیر ''الحق'' عم محترم مولانا راشد الحق سمیع ، پروفیسر ڈاکٹر قبلہ ایاز ، حضرت مولانا فضل علی حقانی ، شیخ القرآن مولانا محمد طیب طاہری ، جناب آصف لقمان قاضی ، مولانا اسرار مدنی ، جناب اسماعیل ، مولانا تحمید جان ازہری ، مولانا محبوب احمد غازی صاحبان تھے ۔ ڈائریکٹر پولیٹیکل سیکشن وانگ شی ، مس ڈونگ اور دیگر چائنیز سفارتکار بھی شامل تھے ۔ چینی سفیر نے وفد کا پرتپاک استقبال کیا اور معزز مہمانوں کی آمد پر شکریہ ادا کیا ، گفتگو کے دوران انہوں نے واضح کیا کہ اس وفد کے دورہ چین کے باعث دوطرفہ تعلقات اور پاک چین دوستی میں مزید بہتری آئی ہے اور ایک دوسرے کے مسائل کو سمجھنے میں آسانیاں پیدا ہوئی ہیں اور کہا کہ پاکستان میں علمائے کرام کا بہت اہم کردار رہا ہے اور معاشرے میں امن ، ترقی علمائے کرام کے تعاون کے بغیر ممکن نہیں ، انہوں نے کہا افغانستان ، پاکستان ، چین بلکہ پورے خطے کے لئے انتہائی اہم ملک ہے اور پرامن افغانستان کے بغیر اس خطے میں ترقی ممکن نہیں ہو سکے گی ، چینی سفیر نے کہا کہ سنکیانگ سے علماء کا نمائندہ وفد بھی جنہیں آپ نے دعوت دی تھی وہ بھی پاکستان کا دورہ کرے گا اور یہاں کے مختلف مکاتب فکر کے ساتھ تبادلہ خیال بھی کرے گا اور ہماری یہ خواہش ہے کہ یہ سلسلہ مختلف حیثیتوں سے جاری رہے ، مولانا محمد طیب طاہری ، ڈاکٹر قبلہ ایاز ، مولانا فضل علی حقانی صاحبان اور دیگر شرکا نے اس موقع پر مدارس میں پاک چین اشتراک کے سلسلے میں کئی اہم تجاویز چینی سفارتکاروں کو پیش کیں مثلاً فضلا کیلئے ووکیشنل ٹریننگ چینی لینگوج اور سٹوڈنٹ کے باہمی تبادلے وغیرہ وفد کے سربراہ جناب ڈاکٹر قبلہ آیاز صاحب نے مدیر ''الحق'' کے سفرنامہ چین کے متعلق سفیر صاحب اور شرکا کو اس کی تفصیلات سے آگاہ کیا بعد میں مولانا راشد الحق سمیع صاحب نے انہیں اپنا سفرنامہ چین پیش کیا ۔

## قرآن وسنت کے مرکز ''دارالقرآن'' لامام محمد طاہرؒ پنج پیر صوابی کا دورہ

۱۳۔اگست : اشاعت التوحید والسنہ کے امیر شیخ القرآن حضرت مولانا محمد طیب طاہری صاحب کی دعوت پر مولانا حامد الحق حقانی ، مولانا راشد الحق سمیع ، مولانا سید یوسف شاہ ، پنج پیر صوابی گئے ، حضرت مولانا طیب صاحب نے چین جانے والے وفد کے شرکاء کے اعزاز میں ایک پرتکلف ظہرانے کا اہتمام کیا تھا ۔ بعد میں شرکاء کو انہوں نے اپنے ادارہ اور تعلیمی بورڈ وحدت المدارس الاسلامیہ کے مرکزی دفاتر کا دورہ کرایا ۔ وفد کے معزز ارکان نے خطابات بھی کئے جس میں خصوصیت کیساتھ دورہ چین کے اغراض ومقاصد بیان کئے گئے ، مولانا حامد الحق حقانی صاحب کو حضرت مولانا محمد طیب صاحب نے خصوصی دعوت دی تھی ، ان کے علاوہ عم مکرم مولانا راشد الحق سمیع ، حضرت مولانا فضل علی حقانی ، جناب آصف لقمان قاضی فرزند قاضی حسین احمد صاحبؒ ، ڈاکٹر مولانا عطا الرحمٰن ، مولانا سید محمد یوسف شاہ ، مولانا محمد اسرار مدنی ، مولانا محمد جان اخونزادہ ، مولانا تحمید جان ازہری ، مولانا محبوب احمد غازی ، صاحبزادہ محمد احمد اور راقم (مولانا عبدالحق ثانی) موجود تھے ۔

مولانا محمد اسلام حقانی
نائب مدیر ماہنامہ ''الحق''

# تعارف وتبصرہ کتب

● **اسوۂ رسول اکرمؐ** تالیف: حضرت عارف باللہ ڈاکٹر محمد عبدالحیٔ صاحبؒ صفحات:۶۷۷

تصحیح، پیش لفظ وسوانح: بریگیڈیئر ڈاکٹر قاری فیوض الرحمٰن ناشر: جامعہ مسجد الفرقان، ملیر کینٹ کراچی

مسلمانوں کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ایمان کا حصہ ہے، اس کے بغیر ہمارا ایمان کامل نہیں ہوسکتا، ہر مسلمان کیلئے اپنے محبوب پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر عمل کرنا ضروری ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ''تمہارے لئے تمہارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بہترین نمونہ موجود ہے'' اور خود آقائے نامدارؐ نے بھی فساد امت کے زمانے میں اپنی سنتوں پر عمل کرنے والے کیلئے سو شہیدوں کا ثواب بتلایا ہے، اسی وجہ سے ہر زمانے میں علمائے امت نے احیائے سنت پر کتابیں تحریر فرمائی ہیں، ہمارے قریب کے زمانے کے بہت بڑے بزرگ حضرت عارف باللہ ڈاکٹر محمد عبدالحیٔ عارفیؒ (خلیفہ مجاز حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ) نے بھی ''اسوۂ رسول اکرمؐ'' کے نام سے ایک مفید مجموعہ تیار فرمایا تھا، جس کے اب تک درجنوں ایڈیشن شائع ہوچکے ہیں اور لاکھوں بندگان خدا مستفید ہوئے۔

زیر تبصرہ ایڈیشن بریگیڈیئر ڈاکٹر حضرت قاری فیوض الرحمٰن مدظلہ (جو تقریباً سو سے زائد کتابوں کے مصنف ہیں) کی تصحیح و پیش لفظ اور حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفیؒ کے سوانح کیساتھ شائع کیا گیا ہے، کتاب چار حصوں پر مشتمل ہے، حصہ اول میں خطبہ، لمعات، آیات قرآنیہ، عزمِ اتباع، اسوہ رسول اکرمؐ، فلاح دارین، دنیا وآخرت میں عافیت کی دعا اور بشارت تبلیغ جبکہ حصہ دوم میں صفات قدسیہ، تعارف ربانی، شریعت کاملہ، خلق عظیم، ایفائے عہد، ایثار وتحمل، زہد وتقویٰ، جود وسخا اور فکر آخرت جیسے اہم موضوعات کا احاطہ کیا گیا ہے، حصہ سوم میں پیغمبرؐ کے شمائل و خصائل اور عادات طیبہ سے بحث کی گئی ہے، حصہ چہارم آٹھ ابواب پر مشتمل ہے جس میں ایمانیات، عبادات، معاملات، معاشرت، اخلاقیات، حیات طیبہ کے صبح و شام، مناکحت و نومولود اور مرض وعیادت کے بارے میں آقائے نامدارؐ کے مسنون اعمال بیان کئے گئے ہیں، بطور مسلمان ہر شخص کو اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیے اور ہر

گھر میں اجتماعی طور پر اسکی تعلیم کرنی چاہیے نیز یہ کتاب اس قابل ہے کہ وفاق المدارس اسکو بطور خاص نصاب کا حصہ بنائے۔ (مبصر: نائب مدیر)

● **حصول نسبت اویسیہ** تصنیف: سید عبدالودود شاہ

ضخامت: ۲۱۳ صفحات رابطہ نمبر 03345920703

تصوف اخلاق کی پاکیزگی، باطن کی صفائی، فکرِ آخرت، قلب کی طہارت اور زُہد کا نام ہے، انہی پاکیزہ صفات سے متصف ہونے کو احادیث کی اصطلاح میں احسان کہا جاتا ہے، تصوف مذہب سے الگ کوئی نئی چیز نہیں بلکہ مذہب ہی کی اصل روح ہے جو انسانی قلب میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کا جذبہ پیدا کرتا ہے، تصوف کو علم القلب، علم الاخلاق، احسان وسلوک، تزکیہ و طریقت جیسے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ تصوف بہت قیمتی سرمایہ ہے، جس کے کچھ بنیادی ارکان، مراتب، مراحل اور مدارج ہیں اور تصوف کے بزرگوں کے مختلف سلسلے بھی ہیں جس میں معروف سلسلے چار ہیں لیکن ان چار سلسلوں کے علاوہ اور بھی سلسلے ہیں جس میں ایک سلسلہ اویسیہ بھی ہے، سلسلہ اویسیہ حضرت اویس قرنیؒ کی طرف منسوب ہے، نسبتِ اویسیت کے معنی روحی فیض کے ہیں یعنی اگر کسی بزرگ کو کسی دوسرے بزرگ سے روحی فیض حاصل ہو اور بظاہر فیضِ صحبت حاصل نہ ہوا ہو اس کو ''نسبت اویسیہ'' کہا جائیگا، برصغیر پاک و ہند میں اس سلسلے کے روح رواں مولانا اللہ یار خان مرحوم اور مولانا محمد اکرم اعوانؒ تھے، اب مولانا محمد اکرم اعوانؒ کے خلفاء یہ سلسلہ چلا رہے ہیں، آپؒ کے خلفا میں خیبر پختونخوا کے معروف روحانی شخصیت محترم جناب سید عبدالودود شاہ صاحب بھی ہیں، انہوں نے تصوف، احسان وسلوک پر کافی علمی کام کیا ہے جس میں آپ کی ''گفتار تصوف'' ایک بہترین کتاب ہے اور ایک کتاب آپ نے تصوف پر ''دی صوفی سپوک'' کے نام سے انگریزی میں بھی لکھی ہے، اسکے علاوہ درود شریف پر بھی آپ نے وسیع پیمانے پر کام کیا ہے، جسکے اب تک سو کے لگ بھگ مجموعے آپ مرتب کر چکے ہیں، اب ایک نئی کتاب ''حصول نسبت اویسیہ'' مرتب کر کے تصوف کے ذخیرہ کتب میں ایک اور حسین اضافہ کر دیا۔

زیر تبصرہ کتاب ''حصول نسبت اویسیہ'' میں مصنف موصوف نے احسان وسلوک پر مستند انداز سے ٹھوس دلائل کی روشنی میں بحث کی ہے۔ تصوف اور تزکیہ کیا ہے؟ مقامات سلوک کیا ہیں؟ قلب اور لطائف کیا ہیں؟ تصوف کے سلسلوں کا مقصد کیا ہے؟ ان تمام عنوانات کے علاوہ تقریباً ۷۵ دیگر موضوعات کو تفصیل سے زیر بحث لائے ہیں اور بعض مباحث کو نقشوں کے ذریعے سے سمجھایا گیا ہے، سلسلہ اویسیہ کی تعلیمات اور اسکے حصول پر بھی سیر حاصل روشنی ڈالی ہے، الغرض! اپنے موضوع پر یہ ایک اچھی کاوش ہے، تصوف وسلوک سے نسبت رکھنے والوں کیلئے ایک قیمتی گلدستہ ہے جس سے عامۃ الناس بھی مستفید ہو سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس کو شرف قبولیت سے نوازے (آمین)